حوائیاں

ڈاکٹر محمد یونس بٹ

۱۹۹۹ء

- حوائیاں

ڈاکٹر یونس بٹ

بیرون ملک جانے کے لئے ایک ہی خوبی چاہیے وہ یہ کہ آپ کی شکل آپ کے پاسپورٹ پر لگی فوٹو سے ملتی ہو' یہ خوبی ہم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ باہر جانے کی ہماری دوسری وجہ ہمیشہ یہ رہی کہ آپ جب تک پاکستان میں رہتے ہیں آپ کو اس کی یاد ہی نہیں آتی۔ سچی بات ہے ہمیں تو باہر جانے میں اتنا مزا نہیں آتا جتنا مزا باہر سے پاکستان آنے میں آتا ہے۔ سو ہم تو باہر جاتے ہی پاکستان آنے کے لئے ہیں۔ کہتے ہیں شہر اور شوہر اچھا نہ لگے تو چند ہفتوں کے لئے باہر چلے جائیں واپسی پر افاقہ ہو گا۔ ہم جب بھی چند دن باہر گزار کر واپس آئے تو سوچا شاید ملکی حالات بہتر ہو چکے ہیں۔ لیکن حالات جوں کے توں رہے۔ بہرحال اس سے یہ تو یقین ہوتا ہے کہ حالات کی خرابی ہماری وجہ سے نہ تھی۔ ورنہ ہماری عدم موجودگی میں صورت حال کچھ تو بہتر ہوتی۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم گرمیوں میں آزاد روسی ریاستوں کا رخ اس لئے کرتے ہیں کہ سردیوں میں ان ممالک کی عورتیں کپڑے پہن لیتی ہیں۔ موسم کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اگر لندن کا موسم اتنا برا نہ ہوتا تو انگریز کبھی برصغیر کا رخ نہ کرتے۔ پچھلے دنوں ہمارا ایک دوست لندن گیا تو اس نے فون پر بتایا۔ یہاں کا موسم اتنا بھی برا نہیں۔ ہفتے میں صرف دو بار بارش ہوئی۔ پہلی تین دن برسی اور دوسری چار روز۔ روسی ریاستوں

کے موسم کے بارے میں جرمن شاعر فولکر ٹورنے کی نظم ہے۔

○ "تاریخ"

ایک درسی کتاب میں
پڑھتا ہوں
کہ جرمن فوجیں
اکتوبر 1941ء میں

ماسکو
فتح نہ کر سکیں
قبل از وقت ہونے والی
سخت برفباری
کی شدت کے سبب
کیا مجھے اس سے
یہ نتیجہ نکالنا چاہیے
کہ فقط موسم
فاشزم کی فتح روکنے کا باعث بنا
اور کوئی دوسری چیز
نہیں؟

فاشزم کا تو پتہ نہیں موسم سرما ہمیں وہاں جانے سے روکنے کا باعث بنا کیونکہ ہمیں کوئی کہے کہ سردی آ رہی ہے تو ہم سن کر سب سے پہلے کوٹ پہنتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں "کب؟" ------ ہم نے ایک بھیدی سے پوچھا "روسی ریاستوں کے سیر کے لئے بہترین وقت کونسا ہے؟" بولے "18 ویں اور 25 ویں سالگرہ کا درمیانی وقت۔" یہ ریاستیں ایسی عجیب ہیں کہ اگر آپ یہاں کبھی نہیں گئے تو آپ کو کبھی یاد بھی نہیں آئیں گی۔ 1991ء میں یہ آزاد ہوئیں۔ اس کے بعد سے ہر سال مزید آزاد ہوتی جاتی ہیں۔ اگرچہ

یہ فیصلہ کرنا کہ بندے کو کسی ملک جانا چاہیے یا نہیں تب تک ممکن نہیں جب تک بندہ اس ملک کا چکر نہ لگا لے۔ پھر بھی ہم نے گورا صاحب سے پوچھا "کوئی ایسی کتاب بتا دیں جس سے یہ پتہ چل سکے کہ سیر کے لئے کس ملک کو جانا چاہیے؟" بولے "چیک بک سے پتہ چل سکتا ہے۔" خیر اب تو وہ زمانے بھی نہیں رہے۔ کتنے اچھے تھے وہ دن' جب وہ لوگ جو افورڈ نہیں کر سکتے تھے باہر نہیں جا سکتے تھے۔

ایک خاتون سے کسی نے پوچھا "آپ کی بیٹی دنیا کے سفر پر اکیلی روانہ ہو رہی ہے اس کے لئے آپ نے کیا بندوبست کیا؟" بولی' میں نے انہیں بارہ زبانوں میں "نو" کہنا سکھایا ہے۔

ہم میں سیکھنے کی صلاحیت اس قدر کم ہے کہ ہم نے کئی سفروں کے بعد بھی "نو" کہنا نہیں سیکھا۔ ایک سیر بین نے ہمیں سمجھایا کہ کسی غیر محرم ملک جاؤ تو جتنے پیسے پاس ہوں اس سے دوگنے لے کر جاؤ اور جتنے کپڑے لے جا رہے ہو ان میں سے آدھے چھوڑ جاؤ۔ پچھلی مرتبہ جب ہم تاشقند گئے تو ڈاکٹر طاہر اسلم گورا کا کپڑوں والا سوٹ کیس کہیں اور چلا گیا تھا۔ سو اس بار ہم نے سوچا ہم وہیں کا ٹکٹ لیں گے جہاں ہمارا سامان جا رہا ہو گا۔ یاد رہے سفر میں سب سے بھاری سامان بندے کی بیوی ہوتی ہے۔

ہمارے ایک بڑے افسر کا واقعہ ہے' پتہ چلا بیرون ملک گئے ہیں۔ ہم نے ان کے سیکرٹری سے پوچھا "کیا Pleasure Trip پر گئے ہیں؟" بولے "نہیں بیگم صاحبہ ساتھ ہیں۔"

ہماری شکل ہی ایسی ہے جو گھڑی پاس کھڑا ہو جائے وہ مشورہ ضرور دے گا۔ ایک جاننے والے نے کہا کچھ ایسا سامان لے جاؤ جس سے سفر کا خرچہ نکل سکے۔ ہم نے بڑی منت سے ان چیزوں کی لسٹ بنائی جن سے سفر کا خرچہ نکل سکتا تھا۔ وہ چیزیں تھیں ------ محبت' عزت اور کرسی! سو ہم نے یہ ساتھ لیں۔

دوران سفر بندہ کچھ نہ کچھ بھول ہی جاتا ہے جیسے شیخ رشید یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ غیر شادی شدہ ہیں۔ ان بھولوں کا مداوا کرنے کا بندے کو ایک ہی موقع ملتا ہے جب وہ سفرنامہ لکھتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسے اور اتنے سفر نامے لکھے جا رہے ہیں کہ ممکن

ہے چند سالوں بعد ہر ایمبیسی ویزہ دینے سے پہلے حلف نامہ پر کروائے کہ واپس آ کر آپ سفر نامہ نہیں لکھیں گے۔ ہمیں ایک نورجہاں دیدہ سفر نامہ نگار نے کہا اگر واپس آ کر سفر نامہ لکھنا ہے تو اکیلے جانا۔ دوسروں کے ساتھ جاؤ گے تو سچ لکھنا پڑے گا اور اتنا بور سفرنامہ کون پڑھے گا۔ ہم تو ویسے بھی سفر کرنے جا ہی نہیں رہے تھے سیر کرنے جا رہے تھے۔ سیر اور سفر میں یہ فرق ہے کہ سفر کے ختم ہونے پر خوشی ہوتی ہے اور سیر کے شروع ہونے پر۔ سیر میں بندہ صاف ہوا میں لمبے لمبے سانس لیتا ہے۔ بھاگتا دوڑتا ہے وہ لوگوں کو عجیب حرکتیں کرتا دیکھتا ہے اور لوگ اسے۔ پھر تازہ دم ہو کر واپس گھر آ جاتا ہے۔ ہم نے بھی ان ملکوں میں یہی کیا اور سیر کو سفر ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔

کسی بھی ملک کے بارے میں ہر سیر بین کی اپنی رائے ہوتی ہے۔ ایک جاپانی وسط ایشیائی ریاستوں میں گیا تو واپسی پر کہنے لگا "کیا کمال ملک ہیں آپ جہاں چاہیں آپ کو پارکنگ مل جاتی ہے۔" ہمارے ایک سفر نامہ نگار جو وینس گئے اور آ کر لکھا کہ میں جن دنوں وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ سارے شہر میں سیلاب آیا ہوا تھا ہر سڑک پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ روسی ریاستوں کی سیر سے لوٹے تو کہنے لگے "وہاں مستنصر حسین تارڑ کے سفر ناموں والی ساری لڑکیوں سے ملاقات ہوئی۔" پھر شرما کر بولے "وہ مجھے بھی یوں دیکھ رہی تھیں جیسے میں بھی مستنصر حسین تارڑ ہوں۔" ایک بزنس مین نے واپس آ کر کہا "کپاس ان کا وائیٹ گولڈ ہے لیکن روسی لڑکیاں دیکھ کر پتہ چلا کہ یہاں ٹیکسٹائل ملیں ہیں۔" ہم نے عرض کیا "ہیں!" تو بولے "پھر وہ سارا کپڑا ایکسپورٹ کر دیتے ہوں گے۔" ہمارے پشاور کے ایک ڈرامہ نگار نے واپسی پر کہا "ان ریاستوں میں تو بندہ آدمی دیکھنے کو ترس جاتا ہے، یہاں کے مرد کس ملک میں رہتے ہیں؟" ہم نے بڑے سفر نامے پڑھے لیکن جو لطف ایک فرانسیسی دوشیزہ کے اس بحری سفر نامے نے دیا کسی اور کے بس کی بات نہیں۔ وہ لکھتی ہے:

پہلا دن : سارا دن جہاز کے عملے اور مسافروں کو آتے جاتے دیکھتی رہی۔

دوسرا دن : سارا دن جہاز کا عملہ اور مسافر مجھے آتے جاتے دیکھتے رہے۔

تیسرا دن : کیپٹن نے مجھے اپنے کیبن میں چائے پر بلایا اور باتیں کرتا رہا۔

چوتھا دن : کیپٹن میرے کیبن میں آیا اور میرے ساتھ گری حرکت کرنا چاہی لیکن میں نے انکار کر دیا۔

پانچواں دن : کیپٹن نے کہا' اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ جہاز ڈبو دے گا۔

چھٹا دن : میں نے کل رات 965 افراد کی جان بچائی۔

اس سیرذنی کے بعد ہم خود بھی سیر بینوں کو نصیحت کرنے کے قابل ہو گئے ہیں جیسے:

سیر کرنے جائیں تو سیر کرکے واپس آ جائیں اس ملک کو اپنی سیر نہ کرانے لگیں۔

دوران سیر خود کو کبھی اکیلا نہ چھوڑیں اور اپنے اندر کے بچے کو ساتھ لے جانا ہرگز نہ بھولیں۔

سیر میں جو آپ کے پیچھے ہے اسے ایک بار آگے نکلنے کا موقع ضرور دیں۔

جب بھی کپڑے بدلیں کوشش کریں انہیں زنانہ کپڑوں سے نہ بدلیں۔

دوسرے ممالک جاتے ہوئے دو ٹائیاں لے کر جائیں تا کہ ایک ٹائی آپ کو تنگ ہو تو دوسری پہنی جا سکے۔

اگر کوئی غیر ملکی عزت کر رہا ہو تو اسے ہرگز نہ جتائیں کہ آپ اس ملک کیوں آئے ہیں؟

دوسرے ملک سیر پر جانے کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ جن کے ساتھ جاؤ ان میں سے ایک بندہ بڑا جاہل ہو جو وہ تمام سوال پوچھتا رہے جو آپ شرم کے مارے پوچھ نہیں سکتے۔ اس لئے آپ کو ان باتوں کا پتہ چلتا رہے گا جن کا ورنہ علم نہ ہو سکتا۔ سو پہلے سفر میں ہمیں طاہر اسلم گورا' عطاء الحق قاسمی اور امجد اسلام امجد ساتھ لے گئے اور دوسرے سفر میں اصغر ندیم سید' عباس نجمی' زاہد ڈار اور اعجاز کنور راجہ۔

• ہوائی باتیں

ہمارے ہاں ایئر ہوسٹسوں کے بغیر طیارے چل جاتے ہیں مگر سفرنامے نہیں۔ کرنل محمد خان تو آدھا سفر نامہ ایئر ہوسٹسوں پر لکھ دیتے ہیں ان کے بقول ایئر ہوسٹس بنتی نہیں پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ ہوائی میزبان آسمان اور زمین کے درمیان ہوتی ہے گویا عورت اور حور کے درمیان کوئی چیز ہوتی ہے۔ ایئر ہوسٹس اچھی نہ ہو تو بیشتر مسافر اس لئے برا مناتے ہیں کہ انہیں بیوی یاد آ جاتی ہے۔ ہماری فلاییٹ پہلے لاہور سے اسلام آباد تھی۔ اسلام آباد سے ہم نے تاشقند کے لئے روانہ ہونا تھا۔ ہم اسلام آباد کے لئے پی آئی اے کے جہاز میں بیٹھے تو پتہ چلا ہم جس کلاس میں ہیں وہاں کوئی ایئر ہوسٹس نہیں آئے گی۔ سٹیو وارڈ آیے گا جو ہمارے سیر نامے کے لئے کوئی اچھا شگون نہ تھا۔ پھر سوچا سیر نامے میں یہ لکھ دیں گے کہ ہمارے طیارے کی رفتار اتنی تیز تھی کہ ایئر ہوسٹس کے آنے سے پہلے منزل آ گئی۔

ہم جب بھی اسلام آباد جاتے ہیں تو کسی کو نہیں بتاتے کہ ہم آ رہے ہیں' اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سب دوست گھر پر مل جاتے ہیں۔ اسلام آباد پہنچ کر ہم نے نذیر عامر کو فون کیا کہ ہم اسلام آباد آئے ہوئے ہیں وہ خوش ہوئے ہم نے کہا "مصروفیت کی بنا پر آپ کے ہاں نہیں آ رہے۔" وہ اور خوش ہوئے۔ ڈاکٹر تاش مرزا ازبکستان ایمبیسی سے وابستہ تھے' انہوں نے شام کو کھانے پر بلایا۔ اسلام آباد میں لوگ کھانے کو بھی کام سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہا جائے کہ صاحب کام کر رہے ہیں تو کچھ پتہ نہیں اس سے کیا مراد ہو۔ اسلام آباد مارکیٹ سے ہم نے ازبک دوستوں کے لئے تحفے خریدے ان میں سے ایک شیشے کا پین بھی تھا۔ دکاندار نے کہا "یہ بہت پائیدار ہے کئی سال چلے گا' بس آپ یہ احتیاط کریں کہ اس سے لکھنے کا کام نہ لیں۔ البتہ اس سے

چائے میں چینی گھول سکتے ہیں۔"

صبح تاشقند کے فلائیٹ تھی۔ ائیر پورٹ پر پہنچے تو ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے ساتھ کتنی اہم شخصیات ہیں۔ ہم حیران تھے کہ لوگ عطاء الحق قاسمی کو احمد فراز سمجھ کر عزت کر رہے تھے۔ حیران اس پر تھی کہ پھر بھی عزت کر رہے ہی۔ امجد اسلام امجد تو خیر اپنے رائٹنگ سٹائل اور پہنر اسٹائل کی بنا پر منفرد ہیں مگر ہمیں اتنا پتہ نہ تھا کہ

وہ ادیبوں کی ریما ہیں۔ ان کے وزٹنگ کارڈ کا آدھا ایڈیشن تو اسلام آباد ائیر پورٹ پر ہی ختم ہو گیا۔ وہ جس پریس سے وزٹنگ کارڈ چھپواتے ہیں شاید اسی وجہ سے اس کے مالک نے ایک بار پوچھا تھا "امجد صاحب! آپ یہ بتائیں کہ آپ کارڈ جہاز سے پھینکتے ہیں؟"

وزٹنگ کارڈ بندے کی شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ سفر سے پہلے وزٹنگ کارڈ ضرور چھپواتے ہیں تا کہ ائیر ہوسٹس میں تقسیم کر سکیں۔ ہمیں ایک ائیر ہوسٹس نے بتایا کہ مہینے کی کلو ردی تو وزٹنگ کارڈ کی ہو جاتی ہے جن میں سے آدھے تو شیخ رشید کے ہوتے ہیں۔ ہمارے صفدر جاوید چیمہ کتنے بڑے گلوکار ہیں اس کا اندازہ ان کے ریکارڈز سے نہیں کارڈز سے ہوتا ہے۔ ایک بار ان کی نئی کیسٹ آئی تو انارکلی میں ایک دکان کے باہر یہ اشتہار لگا تھا۔ "صفدر جاوید چیمہ کی کیسٹ یہاں فروخت ہوتی ہے۔" امجد اسلام امجد گزرے تو دکاندار کو بلا کر کہا بھئی یہ عبارت درست نہیں' یہاں لکھو "خبردار! صفدر جاوید چیمہ کی کیسٹ یہاں فروخت ہوتی ہے۔" ہم نے ایک پراپرٹی ڈیلر کا وزٹنگ کارڈ دیکھا جس پر اس نے بچوں کی تعداد بھی لکھ دی تھی۔ عرض کیا "وزٹنگ کارڈ سے مراد گھر کے وزٹ بتانا نہیں ہوتا۔" انہوں نے بات کی بجائے ہاتھ بڑھایا اور کارڈ ہم سے چھین لیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو بولے "یہ کارڈ پچھلے سال کا

ہے آپ کو اس سال کا پیش کرتا ہوں۔" عرض کیا "کیا نئے کارڈ میں نام و پتے کی کوئی تبدیلی ہے؟" بولے "نہیں! بچوں کی تعداد میں ہوئی ہے۔"

امجد اسلام امجد صاحب کے پاس بیٹھنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ایئر ہوسٹس اتنی پاس آ جاتی کہ امجد صاحب کو بھی اسے دیکھنے کے لئے عینک اتارنا پڑتی۔ ہم نے عطاء الحق قاسمی صاحب سے کہا "ایئر ہوسٹس امجد صاحب کے ساتھ اس قدر احترام کے ساتھ پیش آ رہی ہے' اس نے ضرور امجد صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں" عطاء صاحب بولے "جتنی وہ عزت کر رہی ہے اس سے تو لگتا ہے نہیں پڑھیں۔" ایئر ہوسٹس نے بتایا کہ وہ اس شعبے میں آئی ہی اس لئے ہے کہ بڑے بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ ہم نے کہا "یہ تو اور بھی کئی محکموں میں ممکن ہے' آپ نے ایئر ہوسٹس بننا ہی کیوں پسند کیا؟" بولی "ہو سکتا ہے اور محکموں میں بھی بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملتا رہتا ہو مگر وہاں وہ بندھے ہوئے تو نہیں ہوتے۔"

تاشقند ایئر رپورٹ پر اترے تو وہاں بھی لوگ امجد اسلام امجد کو پہچان رہے تھے۔ ہم نے کہا "آپ کو یہاں آنے کا کیا فائدہ ہوا لوگ تو یہاں بھی آپ کو جانتے ہیں۔" مسافروں میں ایک صاحب ایسے تھے جو دوران سفر ایک بار بھی نہ مسکرائے۔ اس کا مطلب تھا وہ گریڈ اکیس یا بائیس کا افسر ہے کیونکہ مسکرانے سے Bureuc...rats کا گریڈ کم ہو جاتا ہے۔ عطاء صاحب نے کہا "مجھے بھی یہ بیورو کریٹ ہی لگتا ہے۔ یہ تو ایئر ہوسٹس کا پروفائل بھی یوں دیکھ رہا ہے جیسے فائل دیکھ رہا ہو۔"

ہمیں تو امجد اسلام امجد کی وجہ سے امیگریشن والوں نے اتنی جلدی فارغ کر دیا اس سے زیادہ دیر تو امجد صاحب کو بال کٹوانے میں لگتی ہو گی۔ وہ بیورو کریٹ بھی لائن توڑ کر امیگریشن آفیسر کی طرف بڑھا تو اسے لائن میں سب سے پیچھے لگا دیا گیا۔ ایسا ہی

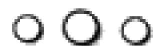
ڈینور جانے والی فلائیٹ کینسل ہونے پر ہوا تھا۔ دوبارہ بکنگ کے لئے لائن لگی تو ہمارے ایک ایم این اے صاحب لائن توڑ کر آگے آ کر کہنے لگے "مجھے پہلے ٹکٹ دیں۔" ایجنٹ نے کہا "معاف کرنا' آپ کو باری پر ہی ملے گا" اس پر وہ صاحب بولے "تمھیں پتہ ہے میں کون ہوں؟" اس نے یہ اتنی بلند آواز میں کہا کہ گیٹ پر بیٹھا ایجنٹ مسکرایا اور اس نے کسی تامل کے بغیر مائیکرو فون آن کیا اور کہا "حضرات ضروری اعلان سنیں۔ ہمارے پاس ایک مسافر گیٹ پر ایسے ہیں جنہیں پتہ نہیں کہ وہ کون ہیں اگر کوئی جانتا ہو تو پلیز گیٹ پر آ جائے۔"

ابھی ہم ائیر پورٹ سے باہر نکلے ہی تھے کہ آواز آئی "اوئے امجد" ہمیں لگا غلطی سے طیارہ تاشقند کی بجائے گوالمنڈی میں اتر گیا ہے۔ ایک بندہ بھاگتا ہوا آیا اور امجد سے لپٹ گیا۔ پتہ چلا وہ امجد کا سکول کا دوست ہے لیکن ہمیں یقین نہ آیا کیونکہ وہ تو امجد کی عزت کئے جا رہا تھا۔ پتہ چلا یہ سلیم بٹ صاحب ہیں اور یہاں نیشنل بنک کے مینجر ہیں۔ بٹ اور سکھ دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں بٹ اور سکھ ہی رہتے ہیں۔ محبت ملے تو دل کھول دیتے ہیں' نہ ملے تو سر۔ بٹ صاحب نے کہا "پاکستان جیسا ملک دنیا میں نہیں' اگر وہاں ہم جیسے نہ ہوں۔"

ہم ازبکستان کی آزادی کے چند سال بعد یہاں آئے تھے۔ اب تین سال بعد آئے تو ہم نے سڑک پر ایک ڈرائیور کو اشارہ توڑتے دیکھا۔ پوچھا "کیا یہ پاکستانی ہے؟" جواب ملا "ازبک ہے" عرض کیا "تین سال پہلے تو ایسا نہ ہوتا تھا" بولے "اتنے سال یہاں کمیونزم رہا اب آہستہ آہستہ ہی انہیں پتہ چلے گا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں۔"

ٹیکسی نے ہمیں تاشقند ہوٹل کے سامنے اتار دیا۔ گورا صاحب ہوٹل کے اندر کمرے کا پتہ کرنے چلے گئے ہم باہر کھڑے تھے کہ ایک بھارتی نے پاس سے گزرتے ہوئے

امجد اسلام امجد کو نمستے کہا تو امجد صاحب نے فوراً اپنے کاندھے پر لٹکی بالوں کو لٹ کو دوبارہ ماتھے پر لپیٹ لیا۔ ایک پاکستان صحافی امجد صاحب کو پہچان کر ان کے پاس آ گئے اور بتانے لگے کہ وہ کمیونزم دور میں بھی یہاں آئے تھے۔ ہم نے پوچھا "آپ کمیونزم دور میں یہاں آ چکے ہیں آپ بتائیں کیا آپ کو اب پہلے کی نسبت زیادہ آزادی محسوس نہیں ہوئی؟" بولے "نہیں میری بیوی بھی ساتھ آئی ہوئی ہے۔"



- ریسٹ ٹو رینٹ

ہوٹل ہوتے تو ریسٹ کو رینٹ پر دینے کے لئے ہیں لیکن پتہ نہیں انہیں ریسٹورنٹ کیوں نہیں کہتے۔ تاشقند ہوٹل وہاں کا فائیو اسٹار ہے۔ صرف ایک چیز ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فائیو اسٹار ہوٹل ہے وہ ہے اس کا بل۔ ہم نے پوچھا "ایک دن کا کرایہ؟" کہا "چالیس ڈالر" ساتھ یہ بھی کہا "مگر آپ صرف دن کے لئے لے رہے تو رات کہاں ٹھہریں گے؟" انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہ کی حالانکہ ہم ان کے پرانے گاہک تھے۔ ہمارے ہاں تو ہوٹلوں والے پرانے گاہکوں کو اتنا خیال رکھتے ہیں کہ ایک اداکارہ ہنی مون کے لئے پہاڑی علاقے کے ایک ہوٹل میں گئی جو صرف ہنی مون کے لئے مخصوص تھا۔ ہوٹل والوں نے 30 فیصد کرایہ کم لیا تو خاوند بولا "آپ میری ایکٹر بیوی کی فلموں سے متاثر ہیں جو کرایہ کم لیا؟" ہوٹل کا مینجر بولا "نہیں ہم اپنے پکے گاہکوں کو یہ رعایت دیتے ہیں۔"

امجد اور عطاء صاحب نے ایک کمرہ لے لیا اور کمرے نے مجھے اور گورا صاحب کو لے لیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی گورا صاحب سب سے پہلے غسل خانے کے اندر گئے۔ ابن انشاء کی طرح ان کا بھی خیال ہے کہ بغیر غسل خانے کے کمرہ قبول نہیں غسل خانہ چاہیے چاہے اس کے لئے ساتھ کمرہ ہو نہ ہو۔ کمرے میں پنکھے موجود تھے پوچھا "یہ پنکھے چل کیوں نہیں رہے؟" جواب ملا "ہوا چلے گی تو چلیں گے۔"

ہمیں بتایا گیا کہ یہ کمیونسٹ پنکھے ہیں یعنی آف سے آن ہوتے ہیں' برسوں پرانے ہیں مگر ابھی تک خراب نہیں ہوئے' عرض کیا "یہ کبھی خراب نہ ہوں گے اگر آپ ہوا کے لئے انہیں کھڑا رکھیں اور سر کو دائیں بائیں چلایا کریں۔"

بیڈ اتنے چھوٹے تھے کہ اکیلا بندہ گرے بغیر ان پر سو نہیں سکتا۔ البتہ دو بندے سو سکتے ہیں ایک دوسرے کو تھام کر۔ ڈبل بیڈ روم میں بھی دو سنگل بیڈ ہوتے ہیں۔ کہتے

ہیں ازبکوں میں طلاقیں اس لئے کم ہوتی ہیں کہ وہ گھروں میں ڈبل بیڈ نہیں رکھتے' روسیوں میں ہوتے ہیں اس لئے ان کے ہاں طلاق کی شرح 68 فیصد ہے۔ روم سروس

سے مراد یہاں وہ ہے جو ہمارے ہاں مراد نہیں۔ امجد اسلام امجد چائے منگوانا چاہ رہے تھے۔ بولے' یہ ہوٹل ہے یا گھر' کوئی میری بات ہی نہیں سنتا جو سنتا ہے وہ سمجھتا نہیں۔ سچی بات ہے ہوسٹلوں میں میس اور ہوٹلوں میں روم سروس گھر یاد دلاتی ہیں۔

ایک صاحب نے کہا "مجھے دو جلے توس' دو انڈوں کا آملیٹ اور ٹھنڈی چائے بھجوا دیں۔ روم سروس والے پریشان ہو گئے کہ سر چکر کیا ہے' آپ ایسا ناشتہ منگوا رہے ہیں خیر تو ہے نا؟ وہ بولے "میں تو ٹھیک ہوں بس گھر یاد آ رہا تھا۔"

کمرے میں ٹی وی بھی تھا۔ ہم نے پوچھا "یہ چلتا ہے؟" جواب ملا "نہیں یہ اپنی جگہ پر ہی پڑا رہتا ہے۔" گورا صاحب نے ایک چینل لگایا اس میں لڑکی کپڑے بدل رہی تھی۔ ہم نے پوچھا "ان کے اسٹوڈیوز میں ڈریسنگ روم نہیں ہوتے؟" گورا صاحب بولے "ہوتے ہیں آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" عرض کیا "پھر یہ ٹی وی میں کپڑے کیوں بدلتے ہیں؟" ------ دوسرے چینل پر ایک حسینہ سکول کے بچوں کے ساتھ ایسا گانا گا رہی تھی جیسے گانے بچوں پر برے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ایک بار میڈم نورجہاں ایسا گانا ریکارڈ کروا رہی تھیں کہ ایک صاحب نے کہہ دیا میڈم ایسے گانے سے بچے کی جذباتیت متاثر ہو سکتی ہے تو میڈم نے گاتے ہوئے پیٹ اچھی طرح ساڑھی میں لپیٹ لیا تھا۔

ہم نے خود کو ماحول کے مطابق آزاد کر لیا یعنی نیکریں اور بنیانیں پہن کر پھرتے۔ امجد اسلام امجد صاحب نے بھی آزادی کا مزا اٹھایا وہ عینک اتار کر پھرتے۔

وہاں کی دیواریں ہوٹل سے صاف نظر آتیں۔ ان کے صاف نظر آنے کی وجہ تو ہمیں تو یہی لگی کہ یہاں حکیم صاحب نہیں ہوں گے۔ سوچا اگر مومن جی میاں اعجاز یہاں ہوتے ہیں تو ان کو بڑی مشکل ہوتی کیونکہ وہ دیواری لیڈر ہیں۔ یہاں ہر گھر میں ٹیلی فون ہے اور ٹیلیفون نہ ملنے کی سہولت سب کو یکساں میسر ہے۔ واحد نمبر جو یہاں بھی انگیج نہیں ملتا رانگ نمبر ہے۔ ایک ازبک نے بتایا "ہمارا موا ..... صلاتی نظام اتنا بے

کار ہے کہ میں دو سال سے خدا کو کہہ رہا ہوں کہ مجھے لاکھ ڈالر دے دے میری آواز ابھی تک خدا تک نہیں پہنچی۔"

پچھلی بار ہم نے ازبک زبان میں شکریہ ادا کرنا سیکھا تو یہ روسیوں سے کہہ دیا۔ ہمیں سمجھایا گیا کہ روسی اور ازبک ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔ سو ہم نے روسی میں شکریہ کہنا یعنی "سپاسی با" سیکھا یعنی دادا خان نوری کو کہہ دیا جو کٹر قوم پرست ازبک ہیں سو ہم نے سوچا دونوں کو خوش رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کوئی زبان نہ بولیں اور اشاروں سے کام چلائیں۔ ہمارے ہاں تو جن کو زبان آتی ہے وہ بھی لڑکیوں کے ساتھ اشاروں سے ہی کام چلاتے ہیں۔ دو ترک بزنس مین ازبکستان گئے انہیں بھی ہماری طرح کوئی مقامی زبان نہ آتی تھی۔ انہوں نے ایسا کیا کہ بڑی احتیاط سے ہوٹل کے سامنے جو جلی حروف میں لکھا تھا وہ نوٹ کر لیا۔ پھر قریبی شاپ پر جو لکھا تھا وہ نوٹ کر لیا کہ اگر گم ہو گئے تو یہ ہوٹل اور شاپ کا نام دکھا کر پہنچ جائیں گے۔ میٹرو میں وہ گم ہو گئے تو ہر جانے والے کو یہ لفظ دکھانے لگے جس پر ایک خاتون نے ناراض ہو کر پولیس بلا لی۔ دونوں کو عورتوں کو تنگ کرنے میں دھر لیا گیا۔ دو گھنٹے بعد جب مترجم کو بلایا گیا اور انہیں رہائی ملی تو پتہ چلا کہ انہوں نے جو لفظ نوٹ کئے تھے ان میں سے ایک تھا "سوری ۔ نو ویکنسی" دوسرا تھا "ایگزٹ اور انٹرنس۔"

کہتے ہیں ابن انشاء پاکستان صرف کپڑے دھلوانے اور حجامت بنوانے آتے تھے کیونکہ بیرون ملک یہی دو کام سب سے مہنگے ہیں۔ ہوٹلوں میں کپڑے دھلوانے کا سستا طریقہ یہی ہے کہ آپ نئے کپڑے خرید لیں لیکن اگر ہم وہاں کپڑے دھونے کے لئے نہ دیتے تو ہمیں کبھی پتہ نہ چلتا کہ یہ کتنی ایماندار قوم ہے۔ اگر قوم سے مراد صرف عورتیں ہوں تو! کیونکہ وہاں عورتیں کپڑے دھوتی تھیں۔ ہم نے جو سوٹ دھونے کے لئے دیا اس کی جیب میں ایک چھوٹی سی ڈائری تھی۔ اس پر روسی لڑکیوں کے کچھ نام و پتے تھے ہمیں پریشانی ہوئی کہ کہیں وہ ڈائری گم نہ ہو جائے۔ لیکن سوٹ جب واپس

آیا تو جیب میں نہ صرف ڈائری جوں کی توں تھی بلکہ اس میں چار لڑکیوں کے نام اور پتوں کا اضافہ ہو چکا تھا؟"

○○○

- "نان" مقدس

کھانا بڑا مقدس کام ہے انگریز تو لنچ اور سہ پہر کی چائے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ شاید اسی لئے دنیا کے ہر خطے میں سب سے زیادہ مذہبی لوگ ہی کھاتے ہیں۔ پاکستانی مندوب نے ایک بار مقبول چینی شاعر سے پوچھا "ہر مذہب میں صبح عبادت کی جاتی ہے اس کے مختلف انداز ہیں' آپ صبح کیا کرتے ہیں؟" وہ بولا "ناشتہ"

لاہور میں بندہ صبح اٹھتے ہی ناشتے کی تلاس میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ لاہور میں اتنے لوگ گھروں سے باہر ناشتہ کرتے نظر آتے ہیں کہ لگتا ہے بہت کم لاہوری ایسے ہیں جن کی بیویاں انہیں ناشتہ دیتی ہیں لیکن تاشقند کی بیویاں خاوندوں کو ناشتہ ضرور دیتی ہیں اور جلدی دیتی ہیں تا کہ یہ جلد سے جلد گھر سے جا سکیں۔ ہم نے صبح دس بجے اٹھ کر ہوٹل والوں سے ناشتہ مانگا تو پتہ چلا کہ دس بجے کے بعد تو گھر میں بھی ناشتہ نہیں ملتا۔

ازبک نان کو مقدس سمجھتے ہیں۔ سمرقند میں جب بیٹا فوج میں جاتا ہے تو ماں ایک نان دیوار پر لٹکا دیتی ہے اور ایک ساتھ دیتی ہے۔ پہلا نان تب تک دیوار پر لٹکا رہتا ہے جب تک بیٹا واپس آ کر اسے کھا نہیں لیتا۔ مائیں سفر پر جانے والے بیٹوں کو بھی نان دیتی ہیں تا کہ نان ان کی حفاظت کرے۔ نان ہمارے ہاں بھی اس قدر اہم ہے کہ ہمارے ہاں اکثر خواتین خاوندوں پر نان و نفقہ کا کیس کرتی رہتی ہیں۔ وہاں کے نان دیکھ کر ہمیں علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آیا۔

جسے نان جویں بخشا ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

تا کہ وہ اس نان کو توڑ تو سکے۔

تھائی لینڈ میں میز پر کم سے کم ڈشز رکھنے کا رواج ہے۔ وہاں تو کوئی خالی میز نظر آئے تو لوگ سمجھتے ہیں ڈائننگ ٹیبل پر ہو گی جب کہ ازبکستان میں میز پر زیادہ سے زیادہ ڈشز رکھنے کا رواج ہے۔ وہاں دوپہر کا کھانا کھاتے شام کے کھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ ایک امریکی نے کہا "ہمارے ہاں تین کھانے ہوتے ہیں' ایک صبح' دوسرا دوپہر کو اور تیسرا شام کو۔" یہ سن کر ازبک بولا "ہمارے ہاں تو دن میں ایک ہی کھانا ہوتا ہے' صبح سے رات تک۔" ہمارے ایک ساتھی نے کہا مجھے ان کا چار چار گھنٹے کا لنچ اچھا نہیں لگتا اس طرح سہ پہر کی چائے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ شام کا کھانا تو اتنا لمبا ہوتا ہے کہ جیسے ڈینس للی نے ہماری لسی کے بارے میں کہا تھا کہ پاکستانی بیئر یعنی لسی پینے سے اتنی نیند آتی ہے کہ میں نے لسی کا آدھا گلاس پیا تھا کہ مجھے نیند آ گئی باقی آدھا گلاس میں نے اٹھنے کے بعد پیا۔ یہی حال ہمارا ان کا کھانا کھاتے کھاتے ہو جاتا۔ ان کے کھانوں میں نان پتہ نہیں کس لئے ہوتے ہیں؟ ایسے ہی ایک سکاٹش سے کسی نے پوچھا۔ "آپ کا ناشتہ کس شے پر مشتمل ہوتا ہے؟" جواب ملا "ایک پونڈ سٹیک ایک بوتل وہسکی اور ایک بڑا ایشین ڈاگ" پوچھا "ڈاگ کس لئے؟" کہا "سٹیک کو کھانے کے لئے۔"

بیرون ملک جا کر ہم کوشش کرتے ہیں کہ کھانے کی دعوت کسی کے گھر میں نہ ہو کہ گھر میں بندہ بد ذائقہ کھانا چھوڑ نہیں سکتا۔ سو اگلے روز ہمیں تاتا ہوٹل میں کچھ اعزازی خواتین کے ساتھ کھانا کھانا تھا ان خواتین کے نام ہمیں یاد نہیں آ رہے جن کے نام ہمیں یاد نہیں رہے اندازہ لگا لیں ان کی شکلیں کیسی ہوں گی۔ ویسے تو لڑکیوں کے بالوں کا مسئلہ کسی کسی کو ہوتا ہے مگر مونچھوں کا سب کو۔ لیکن ان میں سے ایک محترمہ کے بال دیکھ کر ہم نے پوچھا "کیا آپ جج ہیں؟ کیونکہ ہمارے جج صاحبان ایسی ہی وگ لگاتے ہیں۔" امجد اسلام امجد نے اس کے بالوں کو ہاتھ لگا کر پوچھا "کیا یہ نیچرل ہے؟" بولی "نہیں" تو امجد صاحب نے اپنے سر پر ہاتھ لگاتے ہوئے کہا "یہ نیچرل ہے۔" امجد اسلام امجد صاحب کو تو جہاں منہ پر ہاتھ پھیرنا ہو وہاں بھی سر

پر ہی ہاتھ پھیرتے ہیں۔ لیکن عطاء الحق قاسمی صاحب اتنے پکے نیشنلسٹ ہیں کہ ہمیں یقین ہے ان سے کوئی ہندو راستہ بھی پوچھے تو اسے صحیح نہیں بتائیں گے۔ انہوں نے ٹاٹا ہوٹل کا کھانا رد کر دیا ہم کھانا کھاتے ہوئے ساتھ بیٹھی ان لڑکیوں کو دیکھتے تو کنفیوژ ہو جاتے کیونکہ ہم سے فیصلہ نہ ہو پا رہا تھا کہ ان میں سے زیادہ بد ذائقہ کون سی چیز ہے۔ بہرحال امجد اسلام امجد نے ہماری مشکل حل کر دی اور کہا "ہوٹل کے کھانے میں سب سے بد ذائقہ ان کا بل ہے۔"



• DO'S AND DO NOT'S

سفیر اسے کہتے ہیں و جب ہاں کہے تو مراد شاید ہو اور جب وہ شاید کہے تو مراد ناں ہو اور اگر وہ ناں کہے تو پھر وہ سفیر ہی نہیں۔ سفیر اور بیورو کریٹ تو قہقہہ لگانے کا بھی ٹی اے ڈی اے لیتے ہیں لیکن ازبکستان میں پاکستان کے سفیر شفقت شیخ صاحب ایسے نہیں تھے وہ جب شیخ بننے لگتے شفقت آڑے آ جاتی۔ پہلی ملاقات میں امجد اسلام امجد صاحب نے انہیں اپنی کتاب پیش کی تو انہوں نے Do's and Do not's کی لسٹ تھما دی۔ اس کے بعد کسی نے انہیں اپنی کتاب دینے کی جرات نہ کی۔ ڈاکٹروں اور سفیروں کے Do's and Do not's بندے کو پہلے ہی پتہ ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو بھی دل چاہتا وہ نہیں کرتا۔ ڈاکٹر تو کھانے میں یہ پرہیز بتاتے ہیں کہ آپ ہر وہ چیز کھا سکتے ہیں جس کو دل نہ چاہے۔

فارن آفس میں آفس بھی فارن کا ہی ہوتا ہے۔ یہ لوگ فارن افیئرز چلاتے ہیں' ہم تو ایک آدھ لوکل افیئرز بھی نہیں چلا سکتے۔ ایک سفارتخانے کی الوداعی تقریب میں فارن آفس کے دو افسر بات کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا "آج کل گفتگو کے دو سب سے دلچسپ موضوع کون سے ہیں؟" دوسرا بولا "سیکس اور سیاست" پہلا بولا "دوسرا موضوع بتاؤ؟"

لیکن شفقت شیخ صاحب کا پسندیدہ موضوع ازبک کلچر تھا۔ انہوں نے بتایا ازبک کا مطلب ہے اپنی مرضی کرنے والا۔ جہاں سے پٹھان کا غصہ ختم ہوتا ہے وہاں سے ازبک کا پیار شروع ہوتا ہے۔ ہمیں تو لگا جہاں سے پٹھانوں کا پردہ ختم ہوتا ہے وہاں سے یہ شروع ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو پٹھان پردے کے اس قدر سخت ہیں کہ گھر میں سبزی بھی وہ لے جاتے ہیں جو باپردہ ہو جیسے بند گوبھی۔ جوش ملیح آبادی اسی بنا پر کہتے کہ ہمارے ہاں زنانے میں مرد تو کجا مردانہ سبزیاں کاٹے بغیر لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ شیخ

صاحب نے بتایا کہ نسوار بھی ازبکی ہے یہاں سے پٹھان لے گئے ہم نے شکر ادا کیا کہ وہ اسے یہاں سے لے گئے۔ ازبکستان کے میوزیم میں سہرا بھی پڑا ہوا ہے۔ شیخ صاحب کے بقول ہمارے ہاں سہرا باندھ کر بیاہنے جانے کا رواج بھی یہیں سے آیا۔ یہاں پہلے دولہا گھوڑی پر بیٹھ کر نقاب باندھ کر دلہن کو اٹھانے جاتا تھا پھر سہرا باندھ کر یہی کچھ کرنے لگا۔

سفیر صاحب نے پہلے ہمیں شہر دکھایا پھر ہمیں شہر کو دکھانے نکل پڑے۔ وہ ہمیں وہاں کی سب سے بڑی این جی او یوتھ ڈویلپمنٹ فنڈ کی تقریب میں لے گئے۔ اس یوتھ کلب میں ہمارے اور گورا صاحب کے علاوہ جو ینگ آدمی تھے ان میں عطاء الحق قاسمی اور امجد اسلام امجد شامل تھے۔ یہ تقریب ایک بلند اور قدیم عمارت کی چھت پر ہو رہی تھی۔ ہم نے پوچھا یہ تقریب بالائی منزل پر کیوں ہو رہی ہے؟ کہا اس لئے کہ یہ بالائی طبقے کی تقریب ہے۔ ہم پوری تقریب میں یہی سوچتے رہے کہ عمارت زیادہ پرانی ہے یا شرکاء

اس تقریب میں ایک فیشن شو بھی تھا۔ فیشن شو کے معاملے میں ہر ملک کی اپر کلاس ایک سی ہوتی ہے۔ یہ واحد کلاس ہے جس میں بدصورت خواتین کی بھی بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ لڑکی کا قد ذرا سا لمبا ہو تو اس کی باتیں ہمارے سر کے اوپر سے گزرنے لگتی ہیں۔ اس سات منزلہ عمارت کی ماڈل بھی سات منزلہ تھیں۔ جن کی صحت ایسی تھی کہ ان سے صرف ایکس ریز کی ماڈلنگ کروائی جا سکتی تھی۔ ہم نے عطاء الحق قاسمی صاحب سے کہا "ماڈلز بہت لمبی ہیں" بولے "نہیں، تم کہو بہت اونچی ہیں۔" وہ کیٹ واک کم اور ریٹ واک زیادہ کر رہی تھی۔ ایک کمرے میں جاتیں پلک جھپکتے کپڑے تبدیل کرکے تیزی کے ساتھ سامنے سے گزرتیں واپس پلٹتیں اور پھر نئے کپڑے پہن کر آ جاتیں۔ گورا صاحب نے کہا "وہ سنہرے بالوں والی سب سے اچھی ماڈل ہے۔" عرض کیا "آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" بولے "کپڑوں کی وجہ سے۔" پوچھا "کیا مطلب؟" بولے "کپڑے بہت جلد پہنتی ہے۔"

کچھ بیویاں اپنے خاوندوں کے ساتھ بھی اس شو میں آئی ہوئی تھیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر محبت سے پیش آ رہے تھے کہ اکثر کے میاں بیوی ہونے پر شک ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک بولی "میرے خاوند کو بھی وہی لباس پسند آیا جو مجھے آیا۔ وہ اس لباس کو خریدنے کے لئے راضی بھی ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ لباس ماڈل سمیت خریدنا چاہتا ہے۔"

عطاء الحق قاسمی اور امجد اسلام امجد صاحب نوک جھونک کرتے رہی رہتے ہیں۔ یہی کچھ کرتے دیکھ کر ایک بار ضمیر جعفری نے کہا تھا "آپ ہر وق نیٹ پریکٹس کرتے رہتے ہیں۔" فیشن شو کے بعد گانے کا اہتمام تھا۔ گلوکارہ کی آواز ایسی تھی کہ امجد اسلام امجد کو کہنا پڑا۔ "سردی تو ہمیں بھی لگ رہی ہے لیکن ہمارے منہ سے ایسی آوازیں نہیں نکل رہیں۔"

این جی او کی اس تقریب میں تجریدی پینٹنگز کی نمائش بھی شامل تھی۔ تجریدی مصوری میں یہ خوبی ہے کہ یہ ساری دنیا میں ایک جیسی ہوتی ہے۔ ایک محترمہ نے ہم سے پوچھا "ان تجریدی پینٹنگز اور آپ کے ملک کی پینٹنگز میں کیا قدر مشترک ہے؟" ہم نے عرض کیا "یہ کہ نہ وہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں نہ یہ آئی ہیں۔" البتہ ان پینٹنگز کے ساتھ انہیں بنانے والی کھڑی تھی۔ پینٹنگز سے کہیں زیادہ ہمیں بنانے والی سمجھ آ رہی تھی۔ ہم نے اس سے پوچھا "فار سیل" وہ مسکرا کر بولی "اونلی پینٹنگز"

شفقت شیخ صاحب ہمیں ازبکستان کے وزیر ثقافت کی شادی کی سالگرہ کی تقریب میں لے گئے۔ ہمیں ایک سیانے نے بتایا کہ اگر وہ ازبک ہوا تو تقریب کے بعد اپنی بیوی کا آپ سے تعارف کروائے گا۔ اگر اس کی بیوی روسی ہوئی تو تقریب کے آخر تک آپ خود اس سے متعارف ہو چکے ہوں گے۔ وزیر موصوف نے تقریب کے آخر میں اپنی بیوی سے یہ کہہ کر تعارف کروایا "موجود بیگم" گورا صاحب نے پوچھا "ان کی غیر

موجودہ بیگمات کتنی ہیں؟" تو پتہ چلا یہ ان کی بیگم کا نام ہے۔ ہم سوچتے رہے ایسی بیگم کو چھوڑنا کتنا مشکل ہے وہ سابقہ ہو کر بھی یہی کہے گی "میں موجودہ بیگم ہوں۔"

شادی کی سالگرہ کی تقریب میں وہاں کی مشہور ترین گلوکارہ نصیبہ عبداللہ اوف مدعو تھی۔ اس نے پہلا گانا ہی غمی کا شروع کیا تو ہم نے انصار الدین ابراہیم سے پوچھا "کیا شادی کی سالگرہ پر یہاں بھی المیہ گیت گاتے ہیں؟" بولے "ہمارے ہاں ہر خوشی کی تقریب سنجیدہ گانے سے شروع ہوتی ہے۔ نصیبہ کی تازہ تازہ طلاق ہوئی ہے اس لئے سنجیدہ گانا رنجیدہ لگ رہا ہے۔" ہمیں اپنی نورجہاں یاد آ گئی۔ کیا مجال کہ اس نے اپنی ایک بھی طلاق اپنے گانوں میں آنے دی ہو۔ بہرحال ہم نے انصار الدین ابراہیم سے کہا جب یہ خوشی کا گیت شروع کرے تو ہمیں بتا دینا تا کہ اس حساب سے ہم چہرے پر تاثرات لا سکیں۔ لیکن نصیبہ خوشی کا گیت بھی بڑے درد سے گا رہی تھیں کیونکہ وہ المیہ گیت ہی گاتی ہیں۔ جیسے پولینڈ کی مشہور المیہ اداکارہ مادام جوجیا گزری ہیں وہ امریکہ گئیں تو ایک تقریب میں اصرار ہوا کہ وہ کسی ڈرامے کے مکالمے سنائیں' انہیں یاد نہیں آ رہے تھے۔ بہرحال تالی بجوانا مقصود تھی۔ کچھ سنایا تو لوگ بہت روئے۔ بعد میں کسی نے پوچھا "آپ نے کس فلم کے مکالمے سنائے تھے کہ لوگ رو دیئے؟" مادام بولیں "میں نے تو اپنی زبان میں پچاس تک گنتی سنائی تھی۔"

تقریب میں ازبکستان کے امان اللہ جناب عابد اساتوف موجود تھے۔ سارے کامیڈین ایسی شکل کے پتہ نہیں کیوں ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر ہی بندہ ہنسنے لگتا ہے۔ ہمارے امان اللہ نے ایک بار اپنی بیوی سے کہا "تقریب میں فلاں لڑکی میری دیکھ کر مسکرائی تھی۔" تو امان اللہ کی بیوی بولی "وہ کونسی بڑی بات ہے جب میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا تھا تو میری بھی ہنسی نکل گئی تھی۔" عابد اساتوف کی باتوں پر لوگ ہنستے رہے اور ہم لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے رہے۔ ویسے مسکرانے کے لئے مزاحیہ بات ضروری بھی نہیں ہوتی۔ ایک پادری روسیوں کو مذہبی فرمودات سنا رہا تھا' جب وہ اس فرمودے پر پہنچا

کہ "تمہیں چوری نہیں کرنا چاہیے" ------ تو اس نے دیکھا پہلی قطار میں بیٹھا ایک شخص پریشان ہو گیا ہے۔ جب پادری اس فرمودے پر پہنچا "تمہیں زنا نہیں کرنا چاہیے" تو اس نے دیکھا وہ شخص اچانک خوش ہو گیا اور مسکرانے لگا۔ لیکچر کے بعد پادری اس روسی کے پاس آیا اور اس نے اس رویے کے بارے میں پوچھا' اس پر وہ شخص بولا "جب آپ نے کہا تھا' چوری نہیں کرنا چاہیے' تو میں نے دیکھا کہ میری چھتری چوری ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے اگلا فرمودہ سنایا تو مجھے یاد آ گیا کہ میں چھتری کہاں چھوڑ آیا ہوں۔ اس وجہ سے میں مسکرا دیا۔"

اس تقریب میں انہوں نے ہمیں جو کھلایا اسے کھا کر ہمیں بھوک لگ گئی۔ سلاد سے تو وہ لاد دیتے ہیں۔ کھیرا دیکھ دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔ کمیونزم سے پہلے کی بات ہے ایک شخص نے ازبک سے پوچھا "زار روس سے آزاد ہو کر آپ کو کیا فائدہ ملے گا؟" ازبک بولا "ہم کھیرا امریکہ بھیجیں گے۔" وہ شخص بولا "امریکی فیشنی لوگ ہیں اگر انہوں نے کہا ہم کھیرا نہیں کھاتے تو؟" ازبک میان سے تلوار نکال کر بولا "کیوں نہیں کھائیں گے یہ تلوار کس لئے ہے۔" سو ہم نے کھیرے کھانے شروع کر دیئے۔ سلاد چھ سات قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک پلیٹ آئی جس میں کھیرے لمبے کاٹے ہوئے تھے۔ دوسری جس میں کھیرے چھوٹے چھوٹے کاٹے ہوئے تھے۔ تیسری پلیٹ میں کھیرے اور ٹماٹر مکس تھے۔ چوتھی پلیٹ میں ٹماٹر اور کھیرے مکس تھے۔ پانچویں پلیٹ میں کھیرے ٹماٹر اور کھیرے تھے۔ چھٹی میں کھیرے ٹماٹر' کھیرے اور ٹماٹر تھے۔ اس کے بعد ہم نے اور کوئی پلیٹ نہ لی۔

اس تقریب میں پی کر لوگ جو حرکتیں کر رہے تھے' وہ حرکتیں پیئے بغیر کی ہی نہیں جا سکتیں۔ ایک خاتون نے اتنی پی رکھی تھی کہ وہ بوتل کی طرف لڑھک رہی تھی۔ وہ ہماری میز کی طرف آئی اور کہنے لگی "تم بھی پیئو۔" ہم نے منتظمین سے کہا "اسے لے جائیں ہم میں سے کوئی نہیں پیتا۔" تو منتظم بولا "اس میں پریشانی کی کونسی بات

ہے یہ اس قدر نشے میں ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں چلے گا کہ آپ نے نہیں پی۔"
پرے دو ازبک روایتی لباس میں بیٹھے بڑے سویر لگ رہے تھے۔ ہم نے انصار الدین ابراہیم سے کہا "انہوں نے بھی ہماری طرح نہیں پی۔" انصار الدین ابراہیم بولا "یہ دونوں نشے میں ہیں۔" ہم نے پوچھا "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" وہ بولے "ابھی ان میں سے ایک نے سوسوم کا نوٹ زمین پر پھینکا تھا اور دوسرے نے اسے اٹھا کر پہلے کو واپس کر دیا تھا۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ دونوں نشے میں ہیں۔"



- امیر تار تار

ہمارے ہاں جتنے بھی بڑے شاعر لیڈر یا عاشق ہیں سب مردہ ہیں۔ شکر ہے وہ زندہ نہیں ہیں ورنہ ہم انہیں بڑا ماننے سے انکار کر دیتے۔ ہم مردوں کو زندہ رکھتے ہیں۔ آزادی کے بعد سے ازبکوں نے بھی اپنے مردوں کو زندہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان میں سب سے زندہ امیر تیمور ہیں جو تاریخ اور حقیقت میں لنگڑا کر چلتے رہے۔ امیر تارتار تیمور کے بارے میں ہیرلڈلیم اپنی کتاب کے پہلے صفحے پر لکھتا ہے۔ "امیر تیمور نے دنیا کو درہم برہم کیا۔" ہم سمجھتے ہیں درہم کم اور برہم زیادہ کیا۔ تاتار جو پہلے تار تار کہلاتے تھے وہ ان کا امیر تھا شاید اسی لئے دشمنوں کو تار تار کر دیتا تھا۔ شاعروں نے اس کے بارے میں زیادہ اور تاریخ نگاروں نے کم لکھا ہے۔ ملٹن نے تیمور کے بارے میں لکھ کر اسے بدنام زمانہ بنا دیا۔ کسی نے ملٹن سے کہا "آپ نے امیر تیمور کو شیطان لکھا ہے حالانکہ آپ نے کبھی امیر تیمور کو دیکھا ہی نہیں۔" تو ملٹن نے کہا "میں نے شیطان بھی نہیں دیکھا۔"

Tamure was a man of great statue
لیکن اس کا مجسمہ گھوڑے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ جیسے آصف زرداری وہ شخص ہے جس کا ذکر جب شروع ہوتا ہے تو گھوڑے کے تذکرے سے ہوتا ہے اور جب ختم ہوتا ہے تو اصطبل پر جا کے ہوتا ہے۔ سلطان راہی اور امیر تیمور کے مجسمے اور تصویریں دیکھیں' ہر جگہ وہ کم اور اس کا گھوڑا زیادہ نظر آ رہا تھا۔ ہم نے ایک ازبک سے پوچھا "آپ امیر تیمور کے ساتھ گھوڑے کا مجسمہ کیوں بناتے ہیں؟" بولے "ساتھ گھوڑا نہ ہو تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا یہ امیر تیمور ہے۔"

تیمور شہر سبز میں پیدا ہوا' جہاں کی چوٹیاں اور چوٹی کے بزرگ سبز پوش ہوتے۔ تیمور گھوڑے کی پیٹھ پر پیدا ہوا۔ غریب سے غریب تاتاری بھی خیمے سے مسجد تک گھوڑے پر سوار

ہو کر جاتا ہے۔ ان کے بچے چلنا بعد میں سیکھتے گھڑ سواری پہلے سیکھ جاتے۔ وہ آرام کرنے کے لئے بستر کی بجائے گھوڑے کی پیٹھ کو ترجیح دیتے۔ انہیں نیلا رنگ پسند تھا اس لئے انہیں جہاں نیلا آسمان نظر آتا سمجھتے یہ ان کا ہی علاقہ ہے۔ ان کی آج کی نسل کو بھی نیلا رنگ پسند ہے بشرطیکہ فلم کا ہو۔ تیمور کے قبیلے میں جس کے چہرے پر زخم کا نشان نہ ہوتا اسے بزدل سمجھا جاتا۔ کڑی دار فولادی زرہ بکتریوں پہنتے جیسے ہم بنیان پہنتے ہیں۔ گرمیوں میں جوں جوں برف پگھلتی یہ اس کے تعاقب میں بلندیوں پر چڑھ جاتے اور موسم سرما میں برف ان کا تعاقب کرتی میدانوں تک آ جاتی۔ ان کے ہاں مثل مشہور تھی صرف بزدل چھپ کر رہنے کے لئے قلعے اور مینار بناتے ہیں۔ وہاں کی عورتیں اتنا کم پردہ کرتیں کہ کسی کو پردے میں دیکھ کر سمجھ جاتے یا تو یہ غیر ملکی ہے یا پھر بد صورت۔

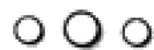
امیر تیمور اپنے قبیلے کی اس کہاوت سے بچپن ہی سے آشنا تھا کہ صحرا کی ریت ہوا کے ہلکے جھونکے سے اڑ جاتی ہے مگر انسان کی دولت اس سے بھی زیادہ آسانی سے۔

ان کا قبیلہ تاجروں اور زراعت پیشہ لوگوں میں شادی کرنا اپنی نسل برباد کرنا سمجھتا۔ اس قبیلے کے لوگ تو جنگ پر یوں جاتے جیسے ضیافت پر جا رہے ہوں۔ تیمور کو جب خاتون آغا سے محبت ہوئی تو اس نے شادی پر طبل جنگ بجوایا۔ اسی لئے سیانے کہتے ہیں کہ شادی اور جنگ کے لئے کسی کو نہیں کہنا چاہیے۔

ہیرلڈ نے امیر تارتار کی جو خوبیاں گنوائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عمر بھر کسی لطیفے پر نہیں ہنسے۔ ہم تو امیر تار تار کے لطیفوں پر بڑے ہنستے ہیں۔ جو حکمران لطیفوں پر نہیں ہنستے لوگ ان کے لطیفوں پر ہنستے ہیں۔ کہتے ہیں ایک دفعہ محبت خانم نامی حسینہ تیمور کے پاس آئی تو تیمور نے اسے کہا "سنا ہے محبت اندھی ہوتی ہے۔" تو اس پر محبت خانم بولی "اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے پاس کیوں آتی۔"

امیر تیمور کو سمرقند سے ایسی ہی محبت تھی جیسی بوڑھے شوہر کو جوان بیوی سے ہوتی ہے۔

وہ حجم اور وسعت کا دلدادہ تھا۔ آج ہوتا تو ہماری طرح اداکارہ انجمن کا فین ہوتا۔ عورت اور عمارت پسند نہ آتی تو گرا کر نئی بنانے کا حکم دے دیتا۔ تاریخ میں ایک وقائع نگار لکھتا ہے "میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ امیر تیمور جب ہندوستان جیسا وسیع علاقہ فتح کر کے سمرقند لوٹا تو سب سے پہلے اس نے کیا کیا؟" کسی نے پوچھا "آپ نے بڑی تحقیق کی تو پھر کیا پتہ چلا؟" وقائع نگار بولا "وہ سب سے پہلے حمام میں نہانے گیا تھا۔"



• صلائے سمرقندی

ابن بطوطہ سمرقند کے بارے میں لکھتا ہے یہ دنیا کے عظیم ترین اور سب سے پر شکوہ شاندار شہروں میں سے ہے۔ ازبکستان جانا اور سمرقند نہ جانا ایسے ہی ہے جیسے سعودی عرب جانا اور عمرہ کئے بغیر لوٹ آنا۔ یہاں امام بخاری کا روضہ مبارک ہے۔ کہتے ہیں کمیونزم کے دور میں صدر سویکارنو نے روس آنے کی یہ شرط رکھی کہ میں امام بخاری کے حضور ضرور حاضر ہوں گا۔ روسی حکومت نے کہا مسئلہ ہی کوئی نہیں یہ کام کے جی بی کے چیف کے ذمہ لگا دیا گیا۔ کے جی بی چیف نے کہا اس نام کے شخص کو تلاش کرکے کریملن بلا لیا جائے گا تا کہ صدر سائیکارنو اس سے مل سکے۔ کئی دن کی تگ و دو کے بعد پتہ چلا کہ اس نام کا شخص تو برسوں پہلے انتقال فرما چکا ہے۔ سو سمرقند کے نواح میں حضرت امام بخاری کا مزار تلاش کرکے اس کے اردگرد راتوں رات چار دیواری اور سڑک تعمیر کی گئی۔ کہتے ہیں مزار کے بڑے گیٹ سے صدر سائیکارنو ننگے پاؤں روضے پر فاتحہ پڑھنے آیا۔ اب مقامی لوگ بھی یہاں آتے ہیں۔ لیکن مذہب کے بارے میں ان کی معلومات ایسی ہیں کہ محرم کے دنوں میں ایک وزیر کی پرسنل سیکرٹری نے اپنے باس سے کہا "سر لگتا ہے ایران کا کوئی بڑا لیڈر فوت ہو گیا کئی دنوں سے ان کی ایمبیسی بند ہے۔"

فیاض شاہ صاحب اور سلیم بٹ صاحب کی سرکردگی میں ہمارا قافلہ سمرقند کے لئے روانہ ہوا۔ سفر اتنا لمبا تھا کہ امجد اسلام امجد صاحب کو ایک دو لطیفے Repeat کرنے پڑے۔ دوبئ میں شعراء جا رہے تھے کہ اچانک ایک جگہ اکھڑی ہوئی سڑک آ گئی۔ بس کھڑکھڑانے لگی تو شاعر بابا عبید ابوذر جو سو رہے تھے اٹھ کو بولے "کیوں بھئ سڑک کا یہ ٹوٹا فیصل آباد سے منگوایا ہے۔" سمرقند جاتے ہوئے راستے میں یکدم سامنے بھینس آ گئی تو سلیم بٹ بولے "ہم براستہ گوجرانوالہ سمرقند جا رہے ہیں۔" فیاض شاہ صاحب نے بتایا کہ

لفظ "پاکستان" کے خالق چوہدری رحمت علی نہیں ہیں بلکہ یہ نام ازبکستان کے قبائلی علاقے کراکل پاکستان سے لیا گیا ہے۔ یہ نام خواجہ عبدالرحیم جو خواجہ طارق رحیم کے والد رہ چکے ہیں' انہوں نے اولف کیرو کی کتاب روسی سلطنت سے لیا تھا۔ ہم نے شاہ جی کی توجہ سیاست سے سڑک پر منتقل کی اور پوچھا پہاڑی راستوں پر سڑکیں کیسے بناتے ہیں؟ بولے "گدھے کی دم سے رسی باندھ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ جہاں جہاں سے گزرتا ہے اس کے پیچھے چونے سے لائن لگا دیتے ہیں اور لائن کے دونوں طرف چھ چھ فٹ لے کر سڑک بنا دیتے۔" پوچھا "جن علاقوں میں گدھے نہ ملتے وہاں کیا کرتے؟" بولے "انجینئر بلوا لیتے۔"

ایڈ گرایلن پونے سمرقند کو ملکہ کہا ہے ہمیں وہ بادشاہ لگا کیونکہ اس کی وہی حالت تھی جو آج کے دور میں بادشاہوں کی ہوتی ہے۔ سمرقند وہ شہر ہے جو مقبروں کی وجہ سے زندہ ہے۔ ازبک مقبرے دیکھنے آتے ہیں مگر جوتوں سمیت شاید وہ ناپسندیدہ لوگوں کے مقبروں پر جوتے اتارتے ہوں گے۔ ہمارے ہاں تو مزاروں کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ ایک رنگ ساز کہہ رہا تھا میں نے کل مزار شریف پر رنگ شریف کیا ہے۔ سمرقند میں شاہ زندہ قبرستان ہے۔ روایت ہے کہ اس قبرستان کی سیڑھیاں چڑھتے اور اترتے ہوئے گنتی برابر نہ ہو تو مطلب ہوتا ہے بندہ بڑا گنہگار ہے۔ ہمیں تو چڑھتے اترتے گنتی میں کوئی فرق نہ لگا کیونکہ ہم نے گنتی کی ہی نہ تھی۔ البتہ عطاء الحق قاسمی اترتے وقت سب سے زیادہ توجہ اور محنت سے سیڑھیاں گن رہے تھے۔ آخر ان کی محنت رنگ لائی اور ان کی سیڑھیاں برابر ہو گئیں۔

کہتے ہیں ایک تصویر ہزار الفاظ سے بہتر ہوتی ہے۔ ہمیں ایسا دکھ کسی مزار کی تحریر پڑھ کر نہیں ہوا جیسا یہاں مزاروں پر لگی تصویریں دیکھ کر ہوا۔ تصویریں دیکھ کر لگا یا تو یہ مرتے ہی جوانی میں ہیں یا پھر ان کتبوں پر جوانی کی تصویریں لگاتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ کالموں کے کتبوں میں لگتی ہیں۔ نئے نئے ڈیزائنوں کے کتبے تھے۔ گھانا میں تو تابوت کے اتنے ڈیزائن مارکیٹ میں ہیں جتنے وہاں پیشے ہیں۔ تندورچی کا تابوت روٹی کی

شکل کا ہوتا ہے۔ مچھیرے کا مچھلی کی شکل کا' زیادہ بچوں کی ماں کو مرغی کی شکل کے تابوت میں دفناتے ہیں۔ گھانا میں اوسط سالانہ آمدنی 500 ڈالر فی کس ہے جب کہ تابوت کی قیمت 700 ڈالر تک ہے۔ وہ لوگ ساری زندگی اچھا تابوت خریدنے کے لئے پیسے اکٹھے کرتے رہتے ہیں۔ گھانا میں تو تابوت ایڈورٹائز بھی کئے جاتے ہیں۔ وہاں کا ایک اشتہار ہے "سرو کی لکڑی سے بنے تابوت عمر بھر ساتھ دیتے ہیں۔" شاہ زندہ قبرستان میں مقبروں پر تصویریں دیکھ کر لگا وہ مقبروں کے لئے تصویریں ایسے ہی بنواتے ہوں گے جیسے ہمارے ادیب شاعر اپنی کتاب کے سرورق کے لئے بنواتے ہیں۔

ماہرین آثار قدیمہ نے تقریباً ایک لاکھ کے قریب سلطنت روم کے دور کے کتبے دریافت کئے ہیں جن پر مختلف پیغامات لکھے تھے۔ ایک کتبے پر لکھا تھا "میں نے کبھی کسی فلسفی کی باتوں پر دھیان نہ دیا اس لئے خوش رہا۔" دوسرے پر لکھا تھا "ڈاکٹروں سے ہوشیار رہو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔" ہم شاہ زندہ کے مقبروں پر لکھے کتبے تو نہ پڑھ سکے البتہ دیکھ کر یہ لگا کہ یہاں کے لوگوں کو بھی قبروں سے لگاؤ ہے یہاں قبرستان کی دیکھ بھال کے لئے الگ سے سرکاری ملازم ہوتے ہیں۔ ایک ایسے ہی ازبک نوجوان کو نوکری ملی تو اس نے جا کر اپنی ماں سے کہا "ماں میرے نیچے دو ہزار افراد ہیں۔" فیاض شاہ صاحب نے بتایا "میری ساری عمر سنٹرل ایشیا میں بزنس کرتے گزر گئی' سوچا تھا آخری آرام گاہ اپنے ملتان میں بنواؤں گا پھر میں نے یہاں کے قبرستان دیکھ لئے۔"

وہاں کے لوگ قالینوں کو گھروں کی دیواروں پر لٹکا کر رکھتے ہیں۔ ویسے بھی جن قالینوں پر لوگ نہیں چلتے وہ قالین زیادہ چلتے ہیں۔ شاید وہ سمجھتے ہوں گے بندے کے پاؤں تلے والا قالین بندے سے قیمتی نہیں ہونا چاہیے۔ بہرحال قالینوں کو میلے اور پرانے ہونے سے بچانے کے لئے اس سے محفوظ طریقہ کوئی نہیں ہو سکتا۔

دعوت شیراز کی طرح صلائے سمرقندی بھی مشہور ہے۔ صلائے سمرقندی سے مراد کسی کھانے کے لئے رسما پوچھنا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں سب سے بہادر قوم فرانسیسی ہے جس نے یہ

دریافت کیا کہ گھونگا بھی کھایا جا سکتا ہے۔ ازبک بھی کم بہادر نہیں یہاں کے کچھ کھانے کھانے کے بعد ہمیں صلائے سمرقندی بھی اچھی لگنے لگی۔

سمرقند میں اتنے پھل ہوتے ہیں کہ اسے ثمرقند کہنا چاہیے۔ درخت پھلوں سے لدے نظر آتے ہیں مگر ان پھلوں کو توڑنے کے لئے بچہ ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی بڑا پھل توڑ لے تو اسے پولیس پکڑ لیتی ہے۔ وہاں کے بچے بھی بڑے تیز ہیں۔ چوتھی جماعت کے ایک بچے کو فادر ڈے پر کارڈ بنانے کے لئے کہا گیا کہ وہ کارڈ پر اس کھیل کی تصویر بنائے جو اس کے والد کو سب سے زیادہ کھیلنا پسند ہے۔ مثلاً گولف' فشنگ' کرکٹ یا فٹ بال وغیرہ۔ تو بچے نے کارڈ پر جو تصویر بنائی وہ اس کی امی کی تھی۔

○○○

WHORE - O - SCOPE •

سرجی یوں تو ہمارا گائیڈ تھا لیکن اس کا کام مس گائیڈ کرنا ہی تھا۔ سرجی نام شاید اس نے اس لئے رکھا تھا کہ کوئی کام ایسا کرنا نہیں کہ لوگ عزت سے سر کہہ کر بلائیں نام ہی ایسا رکھ لیں۔ ابن انشاء کو بھی روس میں سرجی نام کا گائیڈ ملا جس نے ابن انشاء سے کہا کہ شیمپئن نہیں پیتے تو پھر یہاں آئے کیوں؟ ------ سرجی بڑا معصوم اور مخلص شخص تھا لیکن ابن انشاء کے بقول معصوم اور مخلص آدمی کبھی اچھے گائیڈ نہیں ہوتے۔ سرجی بات تاشقند کے تاریخ جغرافیے سے شروع کرتا جو کسی خاتون کے تاریخ جغرافیے پر جا کر ختم ہوتی۔ اگرچہ لڑکیوں کے بارے میں آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ کس عمر کی خاتون لڑکی ہوتی ہے اور کس عمر کی لڑکی خاتون ------ لیکن سرجی اس معاملے میں پریشان حد تک خشک تھا۔ پریشان خٹک ایک تقریب کے بارے میں بتاتے ہوئے کہنے لگے "دونوں لڑکیاں میرے دائیں بائیں بیٹھی تھیں۔" پوچھا "کون کون؟" بولے "ملکہ پکھراج اور سورن لتا۔"

سرجی بولا' میرا والد اتنا سست بندہ تھا کہ اس نے ایک حاملہ سے شادی کی تھی۔ البتہ میں اتنا تیز ہوں کہ میرا بچہ شادی سے ہفتہ پہلے پیدا ہو گیا۔ کہتا "مجھے عورتیں پسند نہیں لیکن کیا کروں ان کا نعم البدل بھی کوئی نہیں۔" پوچھا "اگر دوبارہ زندگی ملی تو یہی غلطیاں کرو گے۔ جو اب کر رہے ہو؟" بولا "نہیں اگر دوبارہ زندگی گزارنے کا موقع ملا تو جو غلطیاں اب کر رہا ہوں بہت پہلے کر چکا ہوتا۔"

سرجی نے بتایا آج کل یہاں جرائم بڑھ گئے ہیں لیکن پھر بھی لڑکیاں اکیلی سڑکوں پر بے دھڑک پھرتی ہیں۔ پوچھا "ان کو ڈر نہیں لگتا؟" بولے "ڈرنے کی کیا ضرورت ہے وہ جیب میں پیسے رکھتی ہی نہیں۔" سرجی نے بتایا یہاں دو قسم کی لڑکیاں ہوتی ہیں ایک

وہ جو جلد گھر جاتی ہیں تا کہ سو سکیں اور دوسری وہ جو جلدی سوتی ہیں تا کہ گھر جا سکیں۔ ایک روسی لڑکی سے ہم نے پوچھا اگر گھر جاؤ اور ایک اجنبی آدمی کو اپنے اپارٹمنٹ میں پاؤ تو کیا کرو گی؟" بولی "اسے وارننگ دوں گی کہ اگر اس نے 24 گھنٹوں کے اندر اندر اپارٹمنٹ خالی نہ کیا تو پولیس کے حوالے کر دوں گی۔"

وہاں لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ بدتمیزی سے پیش نہیں آتیں۔ ایک لڑکی نے اس کی وجہ بتائی کہ ہم اس طرح پیش آئیں تو لوگ سمجھتے ہیں یہ ہمارا خاوند ہے۔ ہم نے سرجی سے پوچھا "آپ کے ہاں لوگ زیادہ سے زیادہ کتنی شادیاں کرتے ہیں؟" بولا "زیادہ سے زیادہ ایک" ہم نے کہا "ہم تو ایک سے شروع کرتے ہیں۔" بولا "آپ اتنی بیویاں کیسے ہینڈل کرتے ہیں؟" ہمیں جواب کی بجائے اپنے گاؤں کا مولوی یاد آ گیا جو ہمارا یار تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا "تم نے تین چار گاؤں کی لڑکیوں کو شادی کے لارے لگا رکھے ہیں تم یہ ساری فضولیات کیسے کر لیتے ہو؟" بولا "میرے پاس بائیکل ہے۔"

ازبکستان میں کسی پاکستانی سے ملنا ہو تو نائٹ کلب چلے جائیں اور اسے کسی لڑکی کے منہ کے قریب ڈھونڈیں یا نائٹ کلب کے مالک کی سیٹ پر۔ کئی پاکستانیوں نے وہاں ڈسکو کھول رکھے ہیں۔ ہم نے ایک سے وجہ پوچھی تو بولا "ہمارا رات کو ڈسکو پر جتنا خرچہ آتا ہے سوچا اتنے میں تو اپنا کھولا جا سکتا ہے۔"

تاشقند میں لینا' نتاشا اور میرینا ایسے نام ہیں کہ تین لڑکیاں سڑک پر جا رہی ہوں تو ان میں سے ایک نام لے کر آواز دے دیں تو ان میں سے ایک ضرور رک جائے گی۔ سرجی بولا "آپ کو ایک نام میں بتاتا ہوں وہ لیں تو تینوں رک جائیں گی۔" ہم نے پوچھا "وہ نام کیا ہے؟"

بولا "ڈالر"

امجد اسلام امجد صاحب نے ایک لڑکی سے پوچھا۔

You know English?

Yes

How Much?

Twenty Dollar

سرجی کہتا انسان کی زندگی میں سیکس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اسی لئے یہ انسان کے مرکز میں واقع ہے۔ ہوٹل میں کھانا کھاتے ہوئے وہ زور سے بولا "یہاں ہر لڑکی سیکس آبجیکٹ ہے۔" ایک ازبک نے سن کر اسے گھورا تو سرجی بولا "سیکس کا کہو تو ابجکٹ کرتی ہے۔"

سرجی ہمیں جان کلب لے گیا۔ اس کلب میں آپ مرضی کی جان اپنے جسم میں ڈال سکتے ہیں۔ میوزک اتنا بلند تھا کہ کوئی ساتھ والے سے تب تک بات نہ کر سکتا تھا جب تک اس کے منہ کو اپنا منہ نہ کر لے۔ جب کوئی لڑکی اپنا منہ لڑکے کے قریب لاتی ہم فوراً چوکنے ہو جاتے' جس پر ہمارے ساتھی نے ہم سے پوچھ ہی لیا کہ آپ پاکستانی سنسر بورڈ کے ممبر تو نہیں ہیں؟ ہم نے ایک لڑکی سے پوچھا "آپ بات کرتے ہوئے اپنا منہ اتنا قریب کیوں لے آتی ہیں' اگر کسی نے Kiss کر لیا تو آپ اسے کیا کہیں گی؟" بولی "وہی جو اس سٹوپڈ کو کہنا چاہیے جو کار چرا سکتا ہے اور صرف وہیل کپ چرائے۔"

جان کلب میں جواء ہو رہا تھا۔ کسی نے کہا ہے حکومت تب تک جواء غیر قانونی قرار نہیں دے سکتی جب تک شادی لیگل ہے۔ ایک جواری لڑکی کا لباس دیکھ کر سرجی نے کہا "اس کا لباس سکن سے بھی ٹائیٹ ہے۔" ہم نے کہا "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" بولا "اپنی سکن میں یہ نیچے بیٹھ سکتی ہے' مگر ان کپڑوں میں نہیں۔" وہ صوفیہ لارین' مارلن منرو اور برشی باروت جیسی لڑکی تھی۔ اسے بھی بندہ دیکھنے لگتا تو اس کے چہرے تک پہنچتے پہنچتے جتنی دیر لگتی اتنے وقت میں بندہ پیدل ایفل ٹاور کے آخری فلور تک پہنچ جاتا ہے۔

• آب و حوا

وہاں کی آب و حوا نرالی ہے۔ آب سے مراد وہاں پانی ہے۔ پانی کو وعدہ کہتے ہیں جو محبوب کا وعدہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ ازبک پانی پینے سے احتیاط برتتے ہیں تا کہ پیٹ خراب نہ ہو وہ پانی پینے سے پہلے چھانتے ہیں۔ احتیاط کرنی ہو تو اسے ابال لیتے ہیں اگر مزید احتیاط کرنی ہو تو واڈکا پیتے ہیں۔ انصار الدین ابراہیم سے ہم نے پوچھا "آپ اتنی پیتے ہیں آپ کو کچھ نہیں ہوتا؟" بولے "نہ ہوتا تو کیوں پیتا۔" انہوں نے بتایا کہ مذہبی اور غیر مذہبی بندوں کا فرق واڈکا سے ہوتا ہے۔ جو لوگ مذہبی نہیں ہیں وہ واڈکا پیتے ہوئے خدا کو یاد نہیں کرتے۔ لیکن جو مذہبی لوگ ہیں وہ واڈکا پینے سے پہلے اور بعد میں دعا ضرور مانگتے ہیں۔ خوشنونت سنگھ کی طرح انصار الدین ابراہیم بھی بس دو دن پیتے ہیں۔ ایک روز جب بارش ہو اور ایک جس دن بارش نہ ہو۔ انصار الدین ابراہیم نے ہمیں ایک لطیفہ سنایا کہ ایک خاوند چپکے چپکے اٹھا لیکن اندھیرے کے باعث صوفے سے ٹکرا گیا جس سے اس کی بیوی کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے پوچھا "کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" بولا "کچھ نہیں" تو بیوی نے کہا "کچھ نہیں تمہیں واڈکا کی بوتل میں ملے گا۔" انصار الدین ابراہیم نے کہا "اچھی صحت کے لئے ضروری ہے کہ کبھی واڈکا پانی کے ساتھ نہ پیؤ اور کبھی پانی واڈکا کے بغیر نہ پیؤ۔"

ازبکستان کے قدرتی وسائل میں سونا' لوہا' گیس' تیل گرم مرطوب اور ہوا ایسی ہی حوا ہے۔ سونا وہاں کے لوگوں کے دانتوں میں پایا جاتا ہے۔ بچوں کو وراثت میں یہ سونے کے دانت ملتے ہیں۔ گھر میں کوئی مر جائے تو اولاد دانت نکالنے لگتی ہے۔ ہمارے ہاں سے بیشتر نوجوان وہاں سونے کے لئے ہی جاتے ہیں۔ وہاں عورتیں مردوں سے زیادہ نظر آتی ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ لوگ عورتوں کو دیکھتے ہی زیادہ ہیں۔ بہرحال وہاں 50.1 فیصد عورتیں اور 49.9 فیصد مرد ہیں۔ یہ مرد 49.9 فیصد ہی مرد ہوتے ہیں۔

عورتوں کی اوسط عمر 72 سال اور مردوں کی 66 سال ہے۔ اگرچہ اوسط کے بارے میں کسی نے بڑی اوسط درجے کی بات کہی ہے کہ اگر آدمی کا ایک پاؤں فرج میں اور دوسرا آگ میں ہو تو اوسط وہ بڑی پر سکون زندگی گزار رہا ہو گا۔ بہرحال ایک محقق نے عورتوں کی لمبی عمر ہونے کی ایک وجہ یہ بتائی ہے کہ عورتوں کی کوئی بیوی نہیں ہوتی۔

ہم نے سرجی سے پوچھا "ہمارے ہاں شادی کے لئے لڑکی کے والدین سے لڑکا ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگتا ہے۔ آپ کے ہاں کیا رواج ہے؟" بولا "ہمارے ہاں لڑکی کا ہاتھ نہیں مانگتے پوری لڑکی مانگتے ہیں۔"

ازبکوں اور روسیوں کے لباس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا فرق خود ان میں ہے۔ ازبک خواتین کا لباس ویسا ہی ہے جیسا ہمارے ہاں پٹھانیوں کا ہوتا ہے۔ البتہ وہاں ماڈرن ازبک لڑکیاں روسی لڑکیوں جیسا لباس پہنتی ہیں اور وہ لباس ایسا ہوتا ہے کہ ماسکو کی ایک فیکٹری میں لکھ کر لگانا پڑا کہ اگر آپ کی اسکرٹ لمبی ہے تو مشینوں سے بچ کر چلیں اور اگر آپ کی سکرٹ چھوٹی ہے تو مشین مینوں سے۔

وہاں وزن سے لڑکی کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر وہ 50 سے60 کلوگرام کی ہے تو عمر 20 سے 30 سال ہو گی۔ اگر 100 سے 120 کلوگرام ہے تو عمر 40 سال سے 60 سال ہو گی۔ اگر وزن 150 سے 180 کلوگرام ہے تو عمر 60 سے 80 سال ہو سکتی ہے۔ پاکستان میں ازبکستان میں یہ فرق ہے کہ پاکستان بوڑھی عورتوں کے لئے جنت ہے اور ازبکستان جوانوں کے لئے۔ ہمارے ہاں بوڑھی عورتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ سابق رکن اسمبلی اور جماعت اسلامی کے لیڈر صاحبزادہ فتح اللہ خان نے کہا کہ جماعت اسلامی نے فاطمہ جناح کے بڑھاپے کی وجہ سے اس کی حمایت کی تھی جبکہ بے نظیر کی مخالفت اس لئے ہے کہ وہ جوان ہے۔

مغرب میں رشتے اتنے کم رہ گئے ہیں کہ ان کا کام تین لفظوں انکل' آنٹی اور کزن سے چل جاتا ہے۔ ہمارے ہاں چچا' تایا' ماموں' پھوپھا' نندوئی' بہنوئی جیسے اتنے رشتے ہیں

کہ ان کے صرف نام یاد رکھنے کے لئے بندے کا عورت ہونا ضروری ہے۔ ازبک لوگوں کا بھی یہی حال ہے' بندہ رشتے گنتے گنتے بدحال ہو جاتا ہے۔

1991ء ان کی آزادی کا سال ہے۔ اس سال سب سے زیادہ طلاقیں ہوئیں۔ وہاں لڑکیاں چھوٹی عمر میں شادی کرلیتی ہیں تا کہ جوان ہونے تک تعلیم اور شادی سے فارغ ہو چکی ہوں۔ البتہ کچھ ازبک لڑکیاں خاندانی روایات کی امین ہوتی ہیں۔ ایک ازبک لڑکی نے کہا تھا "میں انہی کپڑوں میں طلاق لوں گی جن میں میری ماں نے لی تھی۔" ازبکوں کو طلاق میں اور بھی مشکلیں پیش آتی ہیں۔ ہم نے ایک ازبک سے پوچھا "طلاق لینے کے لئے ازبک کیا کرتے ہیں؟" بولا "روسی لڑکیوں سے شادی۔"

تاشقند میں روسی لڑکیاں کم ہیں مگر زیادہ نظر آتی ہیں۔ دفتروں میں بھی غیر ملکی اور پاکستانی' ازبک لڑکیوں کی بجائے روسی لڑکیوں کو پرسنل سیکرٹری رکھتے ہیں۔ جس کی ایک وجہ ایک پاکستانی نے یہ بتائی کہ ازبک لڑکیاں پاکستانی لڑکیوں کی طرح احمق ہوتی ہیں۔ میں نے اپنی ازبک پرسنل سیکرٹری کو اپنے کمرے میں بلایا اور بیٹھنے کے لئے کہا تو وہ بیٹھنے کے لئے کرسی ڈھونڈنے لگی جبکہ روسی بہت عقلمند ہوتی ہیں۔

سرجی نے کہا "ازبک خود کچھ نہیں بناتے۔" ہم نے ایک ازبک کو اپنے تین بچوں کے ساتھ گزرتے دیکھا اور سرجی سے کہا "تم اب بھی کہتے ہو یہ کچھ نہیں بناتے۔" وہاں تین بچے ہونا بڑی بات ہے جبکہ ہمارے ہاں تو جو تین بچوں کی ماں ہوتی ہے وہ خود کو ابھی کنواری ہی سمجھتی ہے۔

○○○

- امیر لطیفہ

امیر لطیفہ سے مراد یہ نہیں کہ ہم امجد اسلام امجد صاحب کا ذکر کرنا چاہ رہے ہیں۔ اگرچہ امجد صاحب کے بغیر کئی لطیفے مکمل نہیں ہوتے۔ پروفیسر اور سکاٹش مین خود تو گھر رہتے ہیں مگر دماغ کو سیر پر بھیج دیتے ہیں۔ پروفیسر امجد اسلام امجد اور پروفیسر عطاء الحق قاسمی کو پروفیسروں کی غیر حاضر دماغی کے سارے لطیفے یاد ہیں۔ اگرچہ بندے کو اتنے لطیفے کبھی یاد نہیں رہتے جتنوں سے وہ خوش رہ سکے۔ امجد صاحب تو اتنے بڑے لطیفہ باز ہیں کہ ان کی بیوی بھی ان کے لطیفوں پر ہنستی ہے۔ ہم نے دوستوں کو بتایا کہ ہم ازبکستان لطیفوں کی تلاس میں جا رہے ہیں تو ایک دوست بولے "امجد اور عطاء صاحب تو آپ کے ساتھ ہیں۔"

کہتے ہیں جس میں حس مزاح نہ ہو وہ دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اور جس میں ہو دوسرے اس کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم عطاء اور امجد صاحب کو اس وقت دیکھیں جب وہ لطیفے نہ سنا رہے ہوں۔ سو ہم نے ایک دن انہیں سوتے دیکھ لیا۔

امیر لطیفہ ملا نصیر الدین کو ازبکستان میں یہ مقام حاصل ہے کہ وہ ہمیشہ اسے گدھے پر بٹھائے رکھتے ہیں۔ پتہ نہیں ملا نے کیا کیا کہ لوگ انہیں گدھے پر بٹھا کر ملک ملک گھما رہے ہیں۔ بس گدھے پر بٹھانے کا ہر ملک کا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ کسی نے پوچھا "ملا آپ الٹے بیٹھے ہیں۔" تو وہ بولے "میں سیدھا بیٹھا ہوں میرا گدھا الٹا ہے۔"

کچھ کہتے ہیں ملا کا گدھا دس تنکے کھا گیا تھا تب سے وہ گدھے کے منہ کی طرف کمر کے بیٹھتے ہیں۔

گدھے پر بیٹھنے کا ازبکوں کو اتنا شوق ہے کہ ہم نے سمرقند جاتے ہوئے گدھا گاڑی دیکھی جس میں چلانے والا گاڑی کی بجائے گدھے پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص تو گدھے پر بیٹھے

سر پر وزنی سامان اٹھائے پاس سے گزرا۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فیاض شاہ بولے "یہ گدھے پر سارا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔" ہم نے کہا "ہاں اب وزن صرف ایک گدھے پر نہیں۔"

دنیا کا فوک ہیومر زیادہ تر احمق بادشاہوں' وزیروں' سپہ سالاروں اور ان کی بیویوں کے بارے میں ہے۔ دنیا میں سب سے پہلا لطیفہ کس نے سنایا یہ تو معلوم نہیں۔ البتہ ہم اس سے زیادہ اس بندے کے ممنون ہیں جو پہلے لطیفے پر ہنسا اگر وہ یہ نہ کرتا تو یہ فن آگے کیسے بڑھتا۔ دنیا کا مزاح پڑھ کر لگتا ہے دنیا میں سب سے لمبی عمر لطیفوں کی ہوتی ہے۔ چند دن کا بچہ بھی باپ کو دیکھ کر ہنستا ہے۔ گویا بنی نوع انسان میں لطیفے سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت پیدائشی ہے۔

لطیفے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صاف ستھرے لطیفے اور دوسری سیاسی لطیفے۔ لطیفوں کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جن پر ہنسی آتی ہے وہ اچھے لطیفے نہیں ہوتے۔ دوسروں قوموں کی طرح ازبکوں کے بارے میں بھی بڑے لطیفے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک ازبک نے اخبار کے چیف ایڈیٹر کو خط لکھا کہ آپ نے اپنے اخبار میں میرے ہم وطنوں کے بارے میں لطیفے چھاپنے بند نہ کئے تو میں آپ کا اخبار ہمسائیوں سے مانگ کر پڑھنا بند کر دوں گا۔

○○○

• خنداں برائے خندہ پیش آنیاں

ازبکستان کے طنز و مزاح کے سب سے بڑے پرچم "مشتم" نے ہماری کتاب "خندہ پیش آنیاں" کی تقریب پذیرائی منعقد کی۔ جس میں وہاں کے تمام بڑے مزاح نگار مدعو کئے گئے ان میں مشتم کے چیف ایڈیٹر نعمت مینوف کے علاوہ سعید احمد اور انور عابد خان کی نوک جھونک نے ہنسا ہنسا کر تازہ دم کر دیا۔ انہوں نے بتایا "ہمارے ہاں فی البدیہہ جملوں اور جگتوں کے باقاعدہ مشاعرے ہوتے ہیں۔ جو اسکیہ بازی کہلاتے ہیں۔" اسکیہ بازی دراصل اذکیہ بازی ہے لفظ ذکی سے نکلی ہے۔ ہو سکتا ہے جگت باز ذکی نہ رہے ہوں تو یہ اسکیہ بازی کہلانے لگی ہو۔ انہوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں ادب کا اتنا ادب ہے کہ لوگ مزاح نگار کی بھی عزت کرتے ہیں۔ اسلام کریموف وہاں کے صدر ہیں۔ ایک ادیب نے بتایا کہ اسلام کریموف ازبکستان کے صدر بن کر ادب کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔"

پوچھا "صدر بننے کے بعد انہوں نے ادب کی کیا خدمت کی؟"

بولے "لکھنا بند کر دیا۔"

سعید احمد نے ہم سے پوچھا "آپ کے ہاں گونگے کونسی زبان بولتے ہیں؟" ہم گونگے بنے رہے تو وہ بولے "ہمارے ہاں گونگی برسوں روسی بولتے رہے۔" انور عابد خان کے بارے میں سعید احمد کہنے لگے' آپ نے اپنی آپ بیتی لکھی جس میں آپ نے پہلی غلطی صفحہ 88 اور 89 پر کی' دونوں صفحے ابھی تک جڑے ہوئے ہیں۔

انور عابد خان سے ہم نے پوچھا آپ نے بہت مزاح لکھا یہ بتائیں خوبصورت لڑکیوں کو ہنسانا آسان ہے یا بد صورت کو؟

بولے "خوبصورت تو مجھے دیکھ کر ہنسنے لگتی ہیں۔"

سعید احمد نے اپنے تازہ عشق کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا "یہ میری زندگی میں آنے والی پہلی خاتون ہے۔"

انور عابد خان نے کہا "آپ کی زندگی میں تو کئی آ چکی ہیں۔"
بولے "وہ لڑکیاں تھیں۔"
سعید احمد نے کہا "دماغ میں جو بات آئے وہ کان سے نکل سکتی ہے لیکن جو دل میں آتی ہے وہ نہیں نکل سکتی۔"

ایک مزاح نگار نے بتایا کہ پھلوں کے بیجوں کی شکل جیسی ہوتی ہے وہ جسم کے انہی اعضاء کے لئے مفید ہوتے ہیں جیسے اخروٹ دماغ کی طرح ہوتا ہے اس لئے دماغ کے لئے مفید ہے۔ بادام آنکھ کے لئے' لوبیا گردے کے لئے' ہم چنے کھا رہے تھے یہ سن کر ہم نے وہ سامنے والی خاتون کو تھما دیئے۔

مشتم کے کارٹونسٹ نے ہمارا کارٹون بنا کر ہمیں پیش کیا۔ کارٹون کیا تھا ہماری تصویر تھی۔ ہم نے اپنی کتاب شناخت پریڈ کے لئے ادیبوں کے کارٹون انیس یعقوب سے بنوائے تو اس نے عطاء الحق قاسمی کی تصویر بغیر کارٹون بنائے واپس کر دی۔ ہم نے وجہ پوچھی تو بولا "کارٹون کی ضرورت نہیں تصویر ہی سے کام چل جائے گا۔" ہمارے کارٹون میں جارج برنارڈشا کے مجسمے والی خوبی تھی۔ شاہ کے مجسمے کو مشہور مجسمہ ساز راڈنی نے بنایا تھا۔ بقول شا "اس مجسمے کی عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس میں' میں ہر روز پہلے سے جوان نظر آتا ہوں۔"

ازبکستان ٹی وی نے ہماری کتاب پر ایک گھنٹے کر پروگرام پیش کیا جس میں ہمارے بارے میں وہاں کے مزاح نگاروں اور ہمارے ساتھیوں کے خیالات شیر علی نوائی باغ میں ریکارڈ کئے گئے۔ وہاں ان کے قومی شاعر علی شیر نوائی کا مجسمہ تھا جس پر نوبیاہتا جوڑے آ کر پھول چڑھاتے ہیں۔ ایک جوڑا پھول چڑھا کر گیا تو امجد اسلام امجد صاحب وہ پھول گود میں لے کر تصویر بنوانے لگے۔ عطاء الحق قاسمی بولے "اگر اس لڑکی کو پتہ ہوتا کہ امجد کا پاکستان میں کیا مقام ہے تو ایک گلدستہ اس پر بھی چڑھا جاتی۔"

GOLDEN TEETHER •

وہاں یہودیوں کو گولڈن ملینیئرڈ' روسیوں کو گولڈن ہیڈڈ اور ازبکوں کو گولڈن ٹیتھر کہتے ہیں۔ آزادی کے بعد سے ازبکوں کے منہ ہی نہیں آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ ایک ازبک نے

ہمیں گھڑی دکھائی بولا "میں نے تیس سال فیکٹری میں کام کیا جہاں میں صبح جلدی جاتا اور رات گئے تک کام کرتا رہتا۔ جب ریٹائر ہوا تو انہوں نے مجھے یہ گھڑی تحفے میں دی۔ سوچتا ہوں اگر ان تیس سالوں میں یہ میرے پاس ہوتی تو میں کبھی صبح جلدی اور رات کو دیر تک وہاں نہ ٹھہرتا۔

وہاں کی مارکیٹیں الیکٹرونکس کی اشیاء سے بھری پڑی ہیں۔ پہلے جو دوکاندار شت (وہ آلہ جس پر گاؤں کے سکولوں میں بچوں کو گنتی سکھائی جاتی تھی) سے حساب کرتے اب کیلکولیٹر استعمال کرتے ہیں۔ اب تو یہ جاننے کے لئے بھی کہ گاڑی کی لائیٹ ٹھیک کرنے کے لئے کتنے بندے چاہئیں' کیلکولیٹر استعمال کرتے ہیں وہاں مارکیٹ میں جھاڑو تک باہر سے آتے ہیں۔ اب تو گند بھی باہر سے آنے لگا ہے۔ وہاں زیادہ تر مسائل واڈکا پینے کی وجہ سے ہیں۔ اور وہ واڈکا اس لئے پیتے ہیں کہ ان مسائل سے بچے رہیں۔

وہاں ہر بندہ جو چالیس سال سے زیادہ عمر کا ہے' وہ کیمونسٹ ہے۔ یعنی کارخانے میں کام کرتا ہے' مہینے کی تنخواہ لیتا ہے' واڈکا پیتا ہے اور ٹی وی دیکھتا ہے۔ البتہ نئی نسل سرمایہ دار ہو گئی ہے۔ ایسے ایک نوجوان نے کہا "مجھے دولت چاہیے چاہے اسے حاصل کرنے کے لئے میرا سارا پیسہ خرچ ہو جائے۔"

کیمونسٹ وہ ہوتا ہے جسے ماضی اچھا نہیں لگتا اور مستقبل پر وہ یقین نہیں رکھتا۔ اسے تاریخ اور ثقافت سے لگاؤ نہیں ہوتا ایک کیمونسٹ نے 500 سال پرانا جگ توڑ دیا کسی نے احساس دلایا تو بولا اتنا پرانا ہی توڑا ہے کوئی نیا تو نہیں توڑا کیمونزم دور میں افسر اور ملازم کی تنخواہ ایک ہوتی۔ ہم نے پوچھا پھر کیسے پتہ چلا کون بڑا افسر ہے اور کون

چھوٹا؟ بولے "آسان تھا جسے جتنے زیادہ کرپشن کے مواقع ملتے وہ اتنا بڑا ہوتا۔"

کے جی بی کا وہاں اتنا عمل دخل تھا کہ ایک لطیفہ ہے۔ ماں نے بیٹے کو خط لکھا تمہاری بہن کے ہاں اولاد ہوئی ہے۔ کے جی بی سے پوچھ کر بتاؤں گی لڑکا ہوا ہے یا لڑکی۔ سو پتہ نہیں تم خالو بنے ہو یا ماموں۔ اب کے جی بی کا اتنا عمل دخل نہیں رہا۔ جس پر کچھ لوگ پریشان بھی ہیں کیونکہ اب انہیں خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ خالہ بنے ہیں یا ماموں۔



- **رولڈ گولڈ**

نعمت امینوف کی تحریریں ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں پڑھ کر گولڈن ٹیتھ باہر نکل آتے ہیں۔

ان کی کتاب "وہ سونے جو لوہار نے چھوڑے" گولڈن تھاٹس پر مبنی ہے جس میں ان کے والد نعمت امینوف سے کہتے ہیں "میری عمر 96 سال ہو گئے ہے آنکھیں خیرہ' کانوں سے سنائی نہیں دیتا' پیروں میں جان نہیں' بال سفید۔ معلوم نہیں جب بوڑھا ہوں گا تو کیا حشر ہو گا۔"

جسے زمانے نے کاٹا ہو اسے تتلی بھی بھڑ نظر آتی ہے۔

توبہ ہے جب دانت ہوں تب گوشت نہ ہو اور جب گوشت ہو تب دانت نہ ہوں۔

اس دنیا میں مردے سے جان' گدا سے صدقہ' خسیس سے نصیب اور مرغی سے دودھ نہ مانگو۔

روسی ڈاکٹر ازبک دنبوں کے نہیں روسی دنبوں کے علاج کے ماہر ہوتے ہیں۔

کیا بتاؤں یہ سوویت ایسی چیز ہے جو اپنی ماں کا دودھ بھی پینے سے قبل ہزار دفعہ ابالتی اور ہزار بار کھولتی ہے۔

○○○

• TOAST'S

آج تک ہم ٹوسٹ کھاتے ہی آئے تھے ٹوسٹ بولنے کا ہمیں پتہ نہ تھا۔ تاشقند میں ہمارے آخری دن سفیر صاحب نے کھانا دیا جس میں ازبکستان کے چالیس کے قریب وزیر مشیر اور عوامی ادیب مدعو تھے۔ ہر بندہ کھڑا ہو کر ٹوسٹ بولتا پھر جام ٹکراتے اور ہم کوک حلق میں انڈیل دیتے۔ دوسروں کا تو پتہ نہیں ہم نے اتنی کوک پی لی کہ ہماری وہی حالت تھی جو روس کے دورے میں ٹوسٹ سنتے سنتے ابن انشاء کی ہوئی تھی۔

لکھتے ہیں :
"اتنا سنگترے کا جوس پینا پڑا کہ کراچی واپسی پر بلڈ گروپ معلوم کرنے کے لئے ٹیسٹ کروایا تو دوست ڈاکٹر نے لیبارٹری سے واپس آ کر کہا فی الحال آپ کے سنگترے کے رس کا بلڈ گروپ بتا سکتا ہوں۔ چند دنوں بعد جب آپ کی رگوں میں خون کی گنجائش ہوئی تو تشریف لائیے گا۔"

جیسے ہم صرف دعا مانگنے کے لئے پوری نماز پڑھ لیتے ہیں ایسے ہی یہ لوگ صرف جام چڑھانے کے لئے اتنے اتنے لمبے ٹوسٹ بول اور سن لیتے ہیں۔ اس تقریب میں ہر کسی نے ٹوسٹ بولا سوائے امجد اسلام امجد کے' ہم نے وجہ پوچھی تو عطاء صاحب بولے "انہیں بغیر معاوضے کے بولنے کی عادت نہیں ہے۔"

کئی گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا تو تھک کر ساتھ بیٹھے عباس خان کی طرف دیکھا۔ وہ ہمارے سنٹرل ایشیا ہیں۔ پوچھا "جان کب چھوٹے گی؟" بولے "پلاؤ کا انتظار کرو۔" بات سمجھ نہ آئی تو انہوں نے ہمیں ایک واقعہ سنایا' بولے۔ ایک ازبک قذاق کے ہاں مہمان گیا۔ کئی دن کھانا کھاتا رہا۔ قذاق تنگ آ گیا کہ یہ تو جانے کا نام نہیں لیتا۔ ایک دوست سے مشورہ کیا تو اس نے قذاق سے کہا "اسے پلاؤ کھلاؤ" اس نے پلاؤ پکا کر کھلایا تو ازبک چلا گیا۔ قذاق نے سیانے سے پوچھا "یہ کیسے ہوا؟" تو سیانا بولا "ازبکوں کے ہاں پلاؤ آنے کا مطلب ہے کہ یہ کھانے کی آخری ڈش ہے۔"

ٹوسٹ کی رسم ازبکوں میں مغرب سے آئی۔ یہ لوگ جتنے کی سال میں شراب پی جاتے ہیں اتنا ان کا سالانہ دفاعی بجٹ نہیں۔ ویسے بھی دفاعی نقطہ نظر سے پینا اس لئے اہم ہے کہ فوجیوں کی موجودگی میں یہ خود کو اتنا محفوظ محسوس نہیں کرتے جتنا پینے کے بعد ہو جاتے ہیں۔ شراب کے نقصانات بھی ہیں۔ یہ اس لئے زیادہ پیتے ہیں تا کہ ان کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان نہ ہوں۔

ٹوسٹ بولنے کے بعد گلاس ٹکرائے جاتے ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر شیطان بھی آ جاتا ہے جو صرف گھنٹیوں کی آواز سے بھاگتا ہے۔ سو گلاسوں کو ٹکرا کر گھنٹی جیسا شور پیدا کیا جاتا ہے تا کہ شیطان وہاں سے چلا جائے۔ ویسے ہمیں تو ان محفلوں کے حاضرین کو دیکھ کر کبھی شیطان کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

ابن انشاء لکھتے ہیں : اقوام متحدہ کی ایک دعوت میں امریکی مندوب نے روسی مندوب کے سامنے ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے کہا "روس اور امریکہ بھائی بھائی ہیں۔ ان کی دوستی مخلصانہ اور گہری ہے۔ لیکن اگر روس کی طرف سے کوئی ایسی حرکت ہوئی تو ہم ہائیڈروجن بم کے استعمال میں تامل نہیں کریں گے۔" ہم نے امجد اسلام امجد صاحب کے لئے ٹوسٹ سوچا "اللہ کرے ان کی عمر اتنی ہو جتنی ان کے لطیفوں کی ہوتی ہے۔"

ٹوسٹ ان کے ہاں باقاعدہ ایک صنف سخن بن چکی ہے۔ جدید روسی ادب کو ہمارے ہاں سے جو بھی راستہ جاتا ہے اس پر رادا انکیا سے ضرور ملاقات ہوتی ہے۔ رادا نے ہمیں بہت سے ٹوسٹ سنائے جو ہم نے اپنے قارئین کے لئے سن لئے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

اچھا خاوند وہ ہے جس کی اپنی رائے ہو اور اس کی رائے وہی ہو جو اس کی بیوی کی ہے۔ اس آدمی کے نام یہ جام جس کی اپنی رائے ہے اور اس کی بیوی کی بھی یہی رائے ہے۔

مرد اپنی پوری زندگی میں پانچ سال تک فیڈر کے ساتھ سوتا ہے۔ 5 سے 10 سال تک کھلونوں کے ساتھ جب کہ 10 سے 15 سال وہ کتابوں کے ساتھ سوتا ہے۔ 15 سے 20 سال کی عمر تک خوابوں کے ساتھ۔ 20 سے 30 سال کی عمر بیوی کے ساتھ جب

کہ 30 سے 40 سال کی عمر میں جو مل جائے اس کے ساتھ سو جاتا ہے جب کہ 40 سے 50 سال کی عمر میں اپنے ساتھ' 50 سے 60 سال کی عمر میں دوا کے ساتھ اور 60 سے 70 سال کی عمر میں بند کھڑکیوں کے ساتھ سوتا ہے۔ یہ جام اس خواہش کے نام کہ اس کی کھڑکیاں کبھی بند نہ ہوں۔

اصلی مرد وہ ہے جو اپنی عورت کی سالگرہ کی تاریخ یاد رکھتا ہے مگر عمر بھول جاتا ہے۔ وہ مرد جو عورت کی سالگرہ بھول جاتا ہے مگر اسے اس کی عمر یاد ہوتی ہے وہ اصلی خاوند ہوتا ہے۔ یہ جام اصلی مرد کے نام۔

ایک نوجوان کی ایک محبوبہ تھی۔ اس نے ایک دن محبوبہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ راضی ہو گئی۔ لیکن اس نے ایک شرط رکھی کہ سال میں ایک دن میں گھر میں نہیں رہوں گی۔ لڑکا مان گیا۔ شادی کے بعد وہ خوشی خوشی رہنے لگے۔ ایک سال بعد وہ ایک دن کے لئے غائب ہوئی۔ خاوند نے توجہ نہ دی۔ اگلے سال ایک دن کے لئے کہیں گئی تو خاوند نے جاننا چاہا کہ یہ کہا جاتی ہے۔ تیسری بار اس نے پیچھا کیا تو پتہ چلا وہ جنگل میں گئی اور چلتے چلتے سانپ بن کر پھنکارنے لگی۔ یہ ڈرنک ان عورتوں کے نام جو سال میں صرف ایک بار یہ بنتی ہیں۔

اس شادی شدہ مرد کے نام جسے کبھی ایمرجنسی وارڈ میں داخل نہیں ہونا پڑا۔

یہ ڈرنک مردوں کی صحت کے نام جو عورتوں کے لئے بہت ضروری ہے۔

ایک رات میں پارک سے گزرا۔ چاند ستارے اور ایک لڑکا نظر آیا جو اپنی محبوبہ کے ساتھ بنچ پر بیٹھا تھا دوسری مرتبہ میں اس پارک سے گزرا۔ چاند ستارے اور وہی لڑکا ایک اور لڑکی کے ساتھ سرگوشیاں کر رہا تھا۔ میں تیسری مرتبہ پارک سے گزرا چاند ستارے اور وہی لڑکا لیکن اس کے ساتھ لڑکی اور تھی۔ یہ ڈرنک ان لڑکوں کے نام جو نہیں بدلتے اور ان لڑکیوں کے نام جو بدل جاتی ہیں۔

آپ ایک دن خوش رہنا چاہتے ہیں تو بہت زیادہ پئیں۔ اگر ایک مہینے کے لئے خوش ہونا چاہتے ہیں تو شادی کر لیں۔ ایک ایک سال کے لئے خوش رہنا چاہتے ہیں تو کار خرید

لیں۔ اگر ساری زندگی خوش رہنا چاہتے ہیں تو صحت مند رہیں۔ یہ جام آپ کی صحت کے نام۔

میں اس وقت کے نام پر پی رہا ہوں جب تم 150 سال کے ہو اور تمہارا نوجوان رقیب تمہیں قتل کر دے اور اس کی رقیب کسی غلطی کا نتیجہ نہ ہو۔

ایک سلطان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ ان کے محلات سلطان کے محل سے 5 کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ ہر روز سلطان اپنے خادم خاص کو پیغام دے کر ایک بیوی کی طرف بھگاتا۔ سلطان ایک سو سال تک زندہ رہا۔ خادم 30 سال کی عمر میں مر گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورتیں مردوں کو نہیں مارتیں۔ مردوں کا عورتوں کے لئے بھاگنا مارتا ہے۔ یہ ڈرنک ان مردوں کے نام جو عورتوں کی طرف نہیں بھاگتے۔

اگر آپ ٹھیک فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو اس مسئلے پر بیوی سے مشورہ کریں اور جو وہ مشورہ دے اس کے الٹ کریں۔ یہ ڈرنک ان بیویوں کے نام جو مشکل صورت حال میں صحیح فیصلے کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

ایک ساس یہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کے دامادوں میں کون اسے زیادہ پیار کرتا ہے' وہ کنویں پر پانی بھرنے گئی۔ پرے بڑا داماد کھڑا تھا۔ اس نے کنویں میں چھلانگ لگا کر چلانا شروع کر دیا۔ بڑے داماد نے کنویں میں کود کر اسے بچا لیا۔ اگلی صبح داماد اٹھا تو اس کے صحن میں کالی بھینس بندھی تھی جو ساس کا اپنے پسندیدہ داماد کے لئے تحفہ تھا۔ کچھ دن بعد وہ دوبارہ کنویں پر گئی درمیان والا داماد قریب موجود تھا۔ ساس نے خود کو کنویں میں گرایا اور بچاؤ بچاؤ چلانے لگی۔ درمیان والے داماد نے بمشکل بچایا جب وہ صبح اٹھا تو اس نے دیکھا اس کے صحن میں موٹر بائیک کھڑی ہے جو ساس کا اپنے فیورٹ داماد کے لئے تحفہ تھا۔ چند روز بعد ساس نے چھوٹے داماد کو آزمانے کے لئے چھلانگ لگائی۔ چھوٹا داماد کنویں کے پاس گیا اور سوچنے لگا۔ اس نے بڑے کو بھینس دی اور درمیان والے کو موٹر بائیک دی مجھے بچانے کے لئے سائیکل ہی دے گی اور سائیکل میرے پاس پہلے ہی ہے سو اس نے سے ڈوبنے دیا۔ جب وہ صبح اٹھا تو اس کے صحن

میں بینز مرسڈیز کھڑی تھی۔ یہ اس کے سسر کا اپنے فیورٹ داماد کے لئے تحفہ تھا۔ یہ جام اس کے نام جو کبھی کسی کی محبت کو نہیں آزماتے۔

بچے زندگی کے پھول ہیں آج کا ڈرنک اس خواہش کے ساتھ کہ ہم یہ پھول لڑکیوں میں بانٹتے رہیں۔

بوسہ پرانے زمانے میں ایک چالاک عورت نے شروع کیا جو خاوند کو گھر آنے پر بوسہ دیتی صرف اس لئے کہ اسے پتہ چل سکے کہ خاوند نے پی ہوئی تو نہیں یا اس کے منہ سے عورتوں کے پرفیوم کی خوشبو تو نہیں آ رہی۔ آؤ بیویوں اور محبوباؤں کے نام پر پئیں اس دعا کے ساتھ کہ ان کی آپس میں کبھی ملاقات نہ ہو۔

کہتے ہیں ایک اژدھا ہے جو افریقہ میں رہتا ہے اور صرف کنواریوں کو کھاتا ہے۔ یہ ڈرنک اس خوش قسمت اژدھے کے زندگی کے نام جو یہاں نہیں رہتا ورنہ بھوک سے مر جاتا۔

بوسے کے نام پر پیتے ہیں جسے اس مرد نے ایجاد کیا جسے عورت کا منہ بند کرنے کا دوسرا طریقہ نہ آتا تھا۔

انڈیا کے ایک بادشاہ کی تین بیویاں تھیں' اس کا ایک نجومی تھا' بادشاہ نے کہا "برسہا برس سے تم نے ہمیں کوئی بری خبر نہیں سنائی جس پر خوش ہو کر ما بدولت اپنی بیویوں میں سے ایک تمہیں دے دیتے ہیں جس کا چاہے انتخاب کر لو۔" نجومی نے پہلی بیوی کے پاس گیا اور پوچھا "دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟" اس نے کہا "تین" نجومی نے کہا "کتنی کفایت شعار بیوی ہے!" دوسری سے یہی سوال دہرایا وہ بولی "دو اور دو چار ہوتے ہیں۔" نجومی بولا "کتنی عقلمند بیوی ہے۔" تیسری سے اس نے یہی سوال پوچھا اس نے جواب دیا "پانچ" نجومی بولا "کتنی سخی دل بیوی ہے۔" اب آپ بتائیں نجومی نے کس بیوی کو چنا۔ سب حاضرین نے اپنی اپنی رائے دی تو وہ بولا "کسی نے ٹھیک نہیں بتایا۔ نجومی نے اسے چنا تھا جو سب سے خوبصورت تھی۔" ہمارا یہ ڈرنک اہلیہ کی سب سے بڑی اہلیت اس کی خوبصورتی کے نام۔

اگر کسی عورت کے بارے میں زمانہ باتیں کرے تو وہ فلمسٹار ہو گی۔ اگر اس کے بارے میں پورا ملک بات کرے تو ملک کی خاتون اول ہو گی۔ اگر کسی عورت کے بارے میں سارا شہر باتیں کرے تو وہ گانے والی ہو گی۔ اگر اس کے بارے میں پوری سڑک بات کرے تو وہ رنڈی ہو گی۔ یہ ڈرنک ان عورتوں کے نام جن کے بارے میں صرف ان کے گھروں میں بات ہوتی ہے۔

ایک جوان عورت نے پوسٹ آفس میں آ کر ٹیلی گرام کا کاغذ مانگا اس پر کچھ لکھا اور پھر اسے توڑ مروڑ کر پھینک دیا۔ دوسرا لیا اس کے ساتھ بھی یہی کیا۔ پھر تیسرے پر لکھ کر پوسٹ ماسٹر کے حوالے کر دیا۔ جب وہ چلی گئی تو پوسٹ ماسٹر کو دلچسپی پیدا ہوئی کہ اس نے پہلے دو ٹیلی گراموں پر کیا لکھا تھا۔ اس نے پہلا اٹھایا اس پر لکھا تھا "سب ختم ہو گیا میں آئندہ تمہاری صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی مجھے کبھی خط لکھنا نہ فون کرنا۔" دوسرے پر لکھا تھا "مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش نہ کرنا' میرا فون نمبر بدل گیا ہے۔" تیسرے ٹیلی گرام پر لکھا تھا "فوراً سب سے پہلے والی ٹرین سے آ جاؤ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" یہ ڈرنک عورتوں کی مستقل مزاجی کے نام۔

ایک فرانسیسی اور ایک روسی عورتوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ فرانسیسی نے کہا "اچھی عورت وہ ہے جس کے پاس خاوند اور محبوب دونوں ہوں۔" روسی بولا "میں تو سمجھتا تھا وہ بری عورت ہوتی ہے۔" فرانسیسی نے کہا "بری عورت وہ ہوتی ہے جس کے پاس صرف محبوب ہو۔" روسی نے کہا "میں تو سوچتا تھا وہ گری ہوئی عورت ہوتی ہے۔" فرانسیسی بولا "گری عورت وہ ہے جس کے پاس کوئی بھی نہ ہو۔" روسی نے کہا "میں تو سمجھا تھا ایسی عورت تنہا ہوتی ہے۔" فرانسیسی بولا "نہیں! تنہا عورت وہ ہے جس کے پاس صرف خاوند ہو۔" یہ ڈرنک دنیا کی تنہا عورتوں کے نام۔

امیر اور دولت مند ہونا ایک ہی بات نہیں وہ شخص اصل میں امیر ہے جو ان چیزوں سے خوش ہے جو اس کے پاس ہیں۔ آؤ اپنی امارت کے لئے پیئیں۔

انگلینڈ کے بادشاہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ سب خوش ہوئے توپیں داغی گئیں۔ کھانے بانٹے گئے۔ اچانک پتہ چلا کہ بچہ گونگا ہے۔ دنیا کے بہترین ڈاکٹروں کے علاج سے بھی افاقہ نہ ہوا۔ بیس سال گزر گئے اچانک ایک ڈنر پر نوکر نے اسے غلط ہاتھ سے کھانا دے دیا تو شہزادہ بول پڑا کہ تمہیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی۔ سب حیران ہو گئے کہ شہزادہ باتیں کرنے لگا ہے۔ "بادشاہ نے پوچھا "بیٹا تم اتنے سال چپ کیوں رہے؟" شہزادہ بولا "جب سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت تھی۔" آؤ اس لئے پیتے ہیں کہ ہماری پیاری بیویاں بھی شہزادوں کی طرح سوچیں۔

حقیقت اور افسانے میں یہ فرق ہے ------ افسانہ یہ ہے کہ آپ Devil سے شادی کرتے ہیں اور وہ Beauty بن جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ Beauty سے شادی کرتے ہیں اور وہ Devil بن جاتی ہے۔ آؤ پیئیں کہ ہماری حقیقتیں افسانہ بن جائیں۔

آؤ اس امید پر پیئیں کہ ہمارے بچوں کے ماں باپ امیر ہوں۔

یہ جام اس خواہش کے نام کہ ہمارے دشمن صرف ایک تنخواہ پر زندہ ہوں اور شوگر ان کے ہاں صرف پیشاب میں ہو۔

ooo

• باتھ روم رائٹرز

آٹھویں دن وطن واپسی کے لئے ایئر پورٹ پہنچے تو پاکستان سے فلائیٹ آئی ہوئی تھی۔ کچھ جاننے والے ملے اور پوچھا "کیا یہاں بہت حسن ہے؟" ہم نے عرض کیا "پہلے سات دن تک تو کافی تھا اب اتنا نہیں رہا اب ہم جا رہے ہیں۔" بولے "سنا ہے یہاں غربت نام کی کوئی چیز نہیں۔" عرض کیا "ہماری تو اس سے نہ صرف ملاقات رہی بلکہ ہمارے ساتھ ایئر پورٹ تک آئی ہے۔" ایئر پورٹ لاؤنج ڈاکٹر کے کلینک کا ویٹنگ روم لگ رہا تھا۔ یہاں کی یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے پاکستانی طلبہ وطن واپس آنے کے لئے بیٹھے تھے۔ چند ایک نے ہمارا ازبکستان کا سیر نامہ "خندہ پیش آنیاں" پڑھ رکھا تھا انہوں نے کہا "کسی بھی ملک کے بارے میں رائے بنانے سے پہلے وہاں کے باتھ رائٹرز ضرور پڑھنے چاہئیں۔" ہم نے باتھ روم سنگرز تو سنے تھے باتھ روم رائٹرز کا نہ سنا تھا۔ البتہ اپنے اکثر ادیبوں کی تحریریں پڑھ کر بارہا لگا کہ یہ تحریریں کہاں بیٹھ کر لکھی گئی ہیں۔ انہوں نے مجبور کیا کہ ہم ایئر پورٹ باتھ رومز کی تحریریں ضرور پڑھیں۔ یہ تحریریں زیادہ تر تصویریں تھیں۔ کچھ پڑھی جا رہی تھیں مگر سمجھ نہیں آ رہی تھیں کچھ سمجھ آ رہی تھیں لیکن پڑھی نہ جا رہی تھیں۔ کچھ روسی ازبک اور قذاق زبان میں تھیں۔ البتہ اردو میں کچھ ہدایات درج تھیں۔ جن میں سے ہدایت نمبر ایک یہ تھی۔

"یہ ملک کاروبار کے لئے نہیں غیر شادی شدوں کے لئے ہے۔"

○○○

KAZA - KISS - TAN •

ہمارے دوست وسطی ایشیا کو وسطی اشیاء کے حوالے سے جانتی ہیں۔ جبکہ ہم گورا صاحب کے حوالے سے۔ ہم نے گورا صاحب سے کہہ رکھا ہے۔ ہم آپ کے ساتھ کہیں

بھی جانے کو تیار ہیں یہاں تک کہ جنت میں بھی۔ کیونکہ جنت اور جہنم میں یہ فرق ہے کہ جنت میں موسم اچھا ہو گا اور جہنم میں کمپنی۔ ایک دن گورا صاحب نے فون کرکے کہا کل آپ قذاقستان اور کرغیزستان جا رہے ہیں' ائیر پورٹ پر آ جائیے گا۔

ہم جلدی ہمیشہ آہستہ آہستہ کرتے ہیں۔ اس لئے ساڑھے گیارہ بجے فلائیٹ روانہ ہونا تھی' ہم نے پونے گیارہ ائیر پورٹ پہنچے۔ اتنی دیر ہو چکی تھی کہ ہمیں سارے مراحل اس قدر تیزی سے طے کرنا پڑے کہ لاؤنج میں پہنچنے والے ہم سب سے پہلے مسافر تھے۔ جلدی میں بندہ اکثر چیزیں پیچھے چھوڑ جاتا ہے جیسے کتابیں' عینک' چابیاں' دوست اور اتحادی۔

جہاز میں پہنچ کر ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے اتنے ساتھی ہیں لگا گورا صاحب نے سالم جہاز کروایا ہوا ہے۔ اصغر ندیم سید اور عباس نجمی تو وہاں بیٹھ گئے جہاں سے جہاز شروع ہوتا ہے البتہ ہم جہاز کے ختم ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ شروع میں بیٹھنے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بندہ سب سے پہلے منزل پر پہنچتا ہے اور پیچھے بیٹھنے کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ ائیر ہوسٹس وہاں پہنچتے پہنچتے بوڑھی ہو چکی ہوتی ہیں۔

جہاز میں اپنے سارے دوست دیکھ کر وہی سوچا جو روس چھوڑ کر تل ابیب جانے والی یہودی میاں بیوی نے سوچا تھا۔ ان کا جہاز روانگی کے لئے ماسکو ائیرپورٹ پر رکا ہوا تھا۔ پہلے اعلان ہوا کہ صدر برژنیف باہر جا رہے ہیں پہلے ان کا جہاز روانہ ہو گا تو مسافر فلائیٹ جا سکے گی۔ برژنیف کے جانے کے بعد بھی فلائیٹ روانہ نہ ہوئی تو بیوی نے پوچھا "پتہ کرو کس چیز کی دیر ہے؟" پتہ کیا تو معلوم ہوا' وزیراعظم کوسیچین غیر ملکی دورے پر

جا رہے ہیں۔ ان کی روانگی کے بعد مسافر طیارے فلائی کر سکیں گے۔ وزیراعظم کے جانے کے بعد بھی طیارہ نہ اڑا تو پتہ چلا کہ وزیر خارجہ گرومیکو بھی غیر ملکی دورے پر روانہ ہونے والے ہیں اس لئے جب تک وہ چلے نہیں جاتے مسافر بردار طیارے روانہ نہیں ہو سکتے۔ اس پر بیوی نے خاوند سے کہا "اگر یہ سب جا رہے ہیں تو پھر ہمیں تل ابیب جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

سفر ادیبوں کے لئے وسیلہ ظفر ہوتا ہے۔ ایئر ہوسٹس نہ ہوتیں تو کرنل محمد خان کی بسلامت روی 314 صفحوں کی بجائے دو سو صفحوں میں ختم ہو جاتی۔ کشور ناہید کہتی ہے اس نے لاہور سے کراچی کے ہوائی سفر کے دوران 40 نظمیں لکھیں۔ سوچا لاہور سے الماتی کے سفر کے دوران ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔ ہمیں دونوں شہروں کے فاصلے کا تو پتہ نہیں تھا لیکن ایئر ہوسٹس کی عمر سے لگ رہا تھا بہت فاصلہ ہے۔

جہاز میں بہت گرمی تھی۔ اگر ہیلی کاپٹر ہوتا تو ہم پائیلٹ کو پنکھے چلانے کا ضرور کہتے۔

پی آئی اے نے اسے ازبکستان ایئر لائن سے لیز پر لیا تھا۔ س کی واحد وجہ ہماری سمجھ میں یہ آئی کہ ہمارے ہاں بزرگوں کی قدر و قیمت بہت ہے۔ جہاز میں ٹی وی نہیں تھا۔ جس کی وجہ زاہد ڈار صاحب نے یہ بتائی کہ یہ جہاز تب کا ہے جب ابھی ٹی وی ایجاد بھی نہیں ہوا تھا۔

جہاز اسٹارٹ ہونے میں دیر لگی۔ پتہ چلا اس عمر میں مشینیں بھی گرم ہونے میں دیر لگاتی ہیں۔ جہاز میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ بریکیں فیل ہو جائیں تو راستے میں کوئی درخت بھی نہیں ہوتا جس سے اسے روکا جا سکے۔ زاہد ڈار صاحب نے بتایا کہ ٹرین کے حادثوں میں زیادہ نقصان پہلے تین چار ڈبوں کو پہنچتا ہے سو اگر ٹرین میں پہلے چار ڈبے نہ لگائے جائیں تو ٹرین کے حادثے میں بھی نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ لیکن جہاز کے حادثے میں نقصان سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ جہاز میں سوار نہ ہوں۔

ہمارا رنگ اور جہاز اڑنے لگا تھا۔ لیکن ہم Optimist تھے۔ ایک سیانے کے بقول Optimist

سے مراد وہ شخص ہے جو یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ بری نہیں ہو سکتی۔ راجہ صاحب نے تسلی دی کہ گھبرائیں مت یہ اس روٹ کی مدر ایئر لائن ہے۔ ایئر ہوسٹس دیکھ کر ہمیں اس کے مدر لائن ہونے کا یقین بھی آ گیا۔ بتایا گیا کہ پی آئی اے کے جہاز کی ایئر ہوسٹس ازبکستان ایئر لائن کی ہیں لیکن ہمیں یقین نہ آیا کیونکہ وہاں تو 55 سال ریٹائرمنٹ کی عمر ہے۔ ایک ساتھی نے کہا "اتنی بزرگ ایئر ہوسٹس نہیں ہونا چاہئیں۔" جس پر دوسرے ساتھی نے کہا "اس میں ان کا کیا قصور' آپ کو تیس سال پہلے اس جہاز میں سوار ہونا چاہیے تھا۔"

ہم ایئر ہوسٹسوں کو بلا نہیں سکتے تھے۔ ایک تو وہ زبان نہیں سمجھتی تھیں دوسرا وہ اشارے بھی تیس سال پہلے والے سمجھتی تھیں۔ اعجاز کنور راجہ صاحب نے فرمایا کہ پی آئی اے والے خوبصورت ایئر ہوسٹس اس لئے نہیں رکھتے کہ ان کی جلد مسافروں سے شادیاں ہو جاتی ہیں۔ جو خوش شکل نہیں ہوتیں پی آئی اے والوں کے لئے وہی دیرپا ثابت ہوتی ہیں۔ زاہد ڈار صاحب پی آئی اے کو مستحکم دیکھنا چاہتے تھے اس لئے ایئر ہوسٹس کو بغور دیکھنے کے بعد ہم سے پوچھنے لگے "نماز ظہر کا وقت ہونے میں کتنی دیر ہے؟"

ایک ایئر ہوسٹس کاغذ پنسل لے کر مسافروں سے کچھ پوچھتی ہم تک آئی۔ اعجاز کنور راجہ ماسکو ڈے گاما رہ چکے ہیں۔ ہم نے کہا "آپ کو تو روسی آتی ہو گی ذرا بتائیں یہ کیا پوچھ رہی ہے؟" راجہ صاحب بولے "کھانے کا پوچھ رہی ہے' ازبک چاہیے یا پاکستانی؟" ہم نے بلند آواز میں "پاکستانی" کہا تو وہ گھبرا کر اپنے ایک ساتھی کو لے آئی۔ اسے انگریزی آتی تھی اس نے بتایا کہ جہاز تو تاشقند اور الماتی جا رہا ہے آپ پاکستان جانا چاہتے ہیں۔ پتہ چلا وہ پوچھ رہی تھی ہم نے جانا کہاں ہے؟ شکر ہے یہ جہاز تھا اگر بس ہوتی تو وہ فوراً رکوا کر ہمیں اتروا دیتی۔ بعد میں راجہ صاحب نے کہا "ممکن ہے حساب لگایا جا رہا ہو کہ الماتی کی سواریاں زیادہ ہیں یا تاشقند کی۔ جہاں کی سواریاں زیادہ ہوں جہاز پہلے وہاں اترے۔" ہم سے دیر ہو گئی اور تاشقند کی سواریاں

بڑھ گئیں۔

تاشقند ائیر پورٹ پر جہاز اترنے لگا پھر لاہور آ گئے۔ تاشقند بہت گرم تھا اس کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے کسی اور کے ساتھ ہو تو وہ بھی ایسے ہی گرم ہو۔ راجہ صاحب بولے "پاکستانیوں نے یہاں موسم بھی سمگل کر دیا ہے۔" چند گھنٹوں وہاں رکنے کے بعد جہاز الماتی کے لئے روانہ ہوا تو پتہ چلا راجہ صاحب کی نظر کی عینک گم ہو گئی ہے۔ ان کی نظر خراب تھی۔ سو اس کے بعد پورے سفر میں انہوں نے جس پر ڈالی یہی خراب نظر ہی ڈالی۔

فلائیٹ میں جو کھانا دیا وہ بہت ہی لاجواب اور صحت کے لئے مفید تھا بشرطیکہ آپ شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض ہوں۔ کھانے کے ساتھ ایک چھری بھی دی گئی۔ ہم نے اعجاز کنور راجہ سے پوچھا "یہ چھری کس لئے ہے؟" کھانے کا لقمہ نگلتے ہوئے بولے "کھانا کھاؤ خود ہی پتہ چل جائے گا۔" ہم نے ابھی چند ہی لقمے لئے ہوں گے کہ ہمارا ہاتھ چھری کی طرف بڑھنے لگا۔

جہاز قذاقستان کے اہم شہر الماتی کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ الماتی تیان شیان پہاڑوں کے دامن میں یوں لیٹی تھی جیسے کوئی حسینہ کسی دیو کے بازوؤں میں۔ روسیوں نے 1854ء میں یہاں اپنا قلعہ بنایا جس کا نام پہلے ذیلے سکوئے بعد ازاں ورنے رکھا گیا۔ جب سوویت یونین حکومت قائم ہوئی تو 1921ء میں اس شہر کا نام الماتا رکھا گیا۔ 1991ء میں الماتی رکھ دیا گیا' جس کی وجہ سے یہاں مرد سیاح زیادہ آنے لگے ہیں۔

الماتی کا مطلب ہے سیبوں کا باپ۔ یہاں بہت سیب ہوتے ہیں۔ انگریزی کہاوت کے مطابق روزانہ ایک سیب آپ سے ڈاکٹر کو پرے رکھتا ہے۔ اس حساب سے تو ممکن تھا' ہمیں ڈاکٹر سمجھ کر شہر سے پرے رکھا جاتا۔ ہم نے سنا تھا یہاں کے درخت سیبوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ ہم نے سڑک کے کنارے لگے درختوں کو دیکھ کر گورا صاحب سے کہا "ہمیں تو سیب نظر آ رہے" گورا صاحب بولے "اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سیب ہمیشہ سیب کے درختوں پر لگتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ سیبوں میں موسم

میں لگتے ہیں۔

طاہر اسلم گورا نے کہا الماتی کتوں کا شہر ہے۔ یہاں ہر فیملی نے کتا نہیں رکھا بلکہ ہر کتے نے ایک فیملی رکھی ہوئی ہے۔ ہم نے ائیر پورٹ پر آوارہ پھرتے کتوں کو کتی حرکتیں کرتے دیکھ کر کہا "دیکھا' آپ نے انسان کی صحبت کا کتوں پر کتنا بڑا اثر پڑا ہے۔" پوچھا "یہ کتوں کے ساتھ انگریزی کی بجائے روسی بولتے ہوں گے اس سے کتوں کو کافی مشکل پیش آتی ہو گی۔" کہتے ہیں وہاں کی لڑکیوں کو متاثر کرنا ہو تو ان کی بجائے ان کے کتوں کی تعریف کریں وہ اتنی خوش ہوں گی کہ آپ کو یوں محبت سے دیکھنے لگیں گی جیسے زنجیر کے دوسرے سرے کو دیکھ رہی ہوں۔

ایک ساتھی بولے قذاقستان مویشیوں کا ملک ہے۔ یہاں مویشیوں کو وہ مقام حاصل ہے جو مویشیوں نے آسٹریلیا کو دیا ہے۔ یہاں کے دیہاتوں میں تو لوگ ملتے وقت مویشیوں کی خیر خیریت یوں پوچھتے ہی جیسے ہمارے ہاں پوچھتے ہیں "سناؤ بال بچوں کا کیا حال ہے؟" یہاں مویشی چار پاؤں والا بنک اکاؤنٹ ہے۔ افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی مویشی ہونے سے مراد باعزت ہونا ہے۔ افریقی ممالک جن دنوں ملکہ وکٹوریہ کی رعایا میں تھے وہاں کے لوگ ملکہ وکٹوریہ کی غربت کی بات یوں کرتے تھے کہ ملکہ کے پاس تو ہم سے بھی کم مویشی ہیں۔

قذاق لڑکیاں جب گردن اٹھا کر دیکھتی ہیں تو اندھوں کو بھی پتہ چل جاتا ہے کہ ان کا اونٹوں سے کوئی تعلق ہے۔ دوران گفتگو قذاق اپنے جانوروں کو اتنا ذکر کرتے ہیں کہ ایسا ہی ایک شخص صبح شام گھوڑوں کی باتیں کرتا۔ اس کی بیوی نے عدالت میں کیس کر دیا کہ میرا خاوند صبح شام گھوڑوں کی باتیں کرتا ہے مجھے طلاق چاہیے۔ یہ ایسا شخص ہے جسے اپنی شادی کا دن بھی یاد نہیں' تو یہ سن کر وہ بولا "یاد کیوں نہیں؟ ہماری اس دن شادی ہوئی تھی جس روز پنکی ڈربی جیتی تھی۔"

جانوروں کے بارے میں قذاقوں کی بڑی دلچسپ تحریریں ہیں۔ ایک مزاح نگار جوان اور

بوڑھے بیل کا فرق یوں لکھتا ہے "جوان بیل کو جب گائیوں کا ریوڑ نظر آئے تو وہ سیدھا ان کی طرف جائے گا اور ان میں سے چند ایک کو تنگ کرے گا جب کہ بوڑھا بیل گائیوں کا ریوڑ دیکھے گا تو ان کی طرف جائے گا اور سب کو پریشان کر دے گا۔"

قذاق بڑی مہمان نواز قوم ہے۔ ان کے ہاں رواج ہے کہ مہمان آنے پر دنبہ' بھیڑ یا گھوڑا ذبح کرکے سب سے پہلے اس کا مکمل سر ابال کر بڑے تھال میں رکھ کر مہمان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ مہمان کان یا کسی اور جگہ سے اس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر کھاتا ہے پھر یہ تھال درجہ بدرجہ کھانے کی میز پر بیٹھے مہمانوں کے سامنے چکر لگاتا ہے۔ سب پر لازم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا ضرور کھائیں۔ قذاق مہمان کو رخصت کرتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق اسے تحفہ دیتے ہیں۔ ہمارے ایک جاننے والے طالب علم کو ایک گاؤں میں قذاق کا مہمان بننے کا موقع ملا اسے میزبان نے رخصتی پر مرغی کا انڈہ تحفے میں دیا تھا۔

الماتی وہ شہر ہے جہاں سے روس ٹوٹنے کا اعلان ہوا۔ سوویت یونین میں آزادی سے پہلے ایک سو تین قومیں رہتی تھیں۔ وہ اتنی مصروف رہتیں کہ ان کے پاس آپس میں لڑنے کے لئے وقت نہ ہوتا جیسے بابرہ شریف جب تک فلموں میں کام کرتی تھی اتنی مصروف رہتی تھی کہ اس کے پاس اتنے چھوٹے قد کے بارے میں سوچ کر پریشان ہونے کا وقت ہی نہ ہوتا۔ اب فلمیں نہیں تو قد کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان رہتی ہے۔

ان قوموں کو بھی اب آپس میں لڑنے کا وقت مل گیا ہے۔ ایک قوم دوسری کے بارے میں جو لطیفہ سناتی ہے دوسری قوم وہی پہلی کے بارے میں سناتی ہے۔ جیسے ایک قذاق نے کرغیزوں کے بارے میں یہ لطیفہ سنایا کہ ایک کرغیز کسی کے گھر مہمان گیا میزبان نے اسے کھانا کھلایا اتنی دیر میں بارش شروع ہو گئی جو رکنے کا نام ہی نہ لیتی۔

میزبان نے کہا "یہیں ٹھہر جاؤ" تو کرغیز بولا "میں گھر جاتا ہوں بیوی سے پوچھتا ہوں اگر اس نے اجازت دے دی تو یہیں ٹھہر جاؤں گا۔" کرغیزستان میں ہمیں ایک کرغیز نے یہی لطیفہ قذاقوں سے حوالے سے سنایا۔

ہم چند گھنٹے الماتی رکنے کے بعد کرغیزستان کے صدر مقام بشکک کے لئے روانہ ہوئے جو یہاں سے بائی روڈ چار گھنٹے کے فاصلے پر ہے۔ رات تھی اس لئے ہم اس سفر پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ عباس خان بتاتے ہیں چند سال قبل اس راستے کے دونوں طرف روسی پودے "ماک" کے سرخ پھولوں کے کھیت یوں نظر آتے تھے جیسے سرخ قالین بچھے ہوں سڑکوں کے دونوں جانب موٹے تازے کوے نشے میں دھت گھومتے جھومتے رہے۔ یہ شرابی کوے زیادہ اونچا اڑ سکتے۔ اور گاڑیوں تلے آ کر کچلے جاتے۔ قذاق حکومت کو ان کووں پر رحم آ گیا اور اس نے یو این او کے تعاون سے "ماک 96" نسے کے خلاف مہم چلائی اور ان کھیتوں کو جلا دیا۔

وہاں ڈرائیور گاڑیاں یوں چلاتے ہیں کہ لگتا ہے کہ سڑک اپنی ہے لیکن گاڑی اپنی نہیں۔ سڑکوں پر ایسے کھڈے ہیں کہ جب تک بندہ نشے میں نہ ہو ان کھڈوں سے یوں گاڑی نہیں بچا سکتا جیسے وہ بچاتے ہیں۔ ہم قذاقستان کا بارڈر کراس کرکے کرغیزستان میں داخل ہو گیے لیکن گاڑی کو ایک آدھ بار ہی روکا گیا وہ بھی چیک پوسٹ والے صرف ڈرائیور کو بلاتے۔ اس طویل سفر میں طاہر اسلم گورا کا تین سالہ داؤد سب کا دل بہلاتا رہا۔ وہ سگریٹ منہ میں ڈال کر کہا "میں یوں دھواں باہر پھینکوں گا۔" جس پر اعجاز کنور راجہ بولے "یہ شیخوں کا بچہ نہیں لگتا جو کہتا ہے دھواں باہر پھینکوں گا۔" ہم رات کے اندھیرے میں باغوں کے شہر بشکک میں یوں چپکے سے داخل ہوئے جیسے نیک دل میں برا خیال۔

○○○

- **واک اوور**

ہم نے ایک بار اپنے دوست سے پوچھا کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ تم ایک دن میں اتنی زیادہ غلطیاں اور حماقتیں کیسے کر لیتے ہو؟" بولا "میں صبح جلدی اٹھ پڑتا ہوں۔"

کرغیزستان میں بھی دن صبح پانچ بجے نکل آتا ہے اور سورج رات نو بجے تک رہتا ہے۔ سورج کو پتہ نہیں یہاں کیا نظر آتا ہے جو یہاں سے جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔ ہمارے ملک میں تو یہ رات کو دس دس گیارہ گھنٹے غائب رہتا ہے اور رات مغرب میں گزار کر صبح ہمارے ہاں آ نکلتا ہے۔ ظاہر ہے ہمارے ہاں رات گزارنے کے لئے اس کے لئے ہے ہی کیا۔

کرغیزستان میں ڈھائی ملینن کرغیز' ایک ملین روسی' ایک لاکھ یوکرائنی' جرمن ازبیک اور یہودی رہتے ہیں۔ یہودیوں کو یہاں کے لوگ احمق اور کنجوس سمجھتے ہیں اور ان کے بڑے لطیفے سناتے ہیں۔ جیسے یہودی کی بیوی پیشاب ٹیسٹ کرانے جا رہی تھی۔ کسی نے پوچھا "تین لٹر پیشاب کیوں لے جا رہی ہو؟" بولی "تا کہ ڈاکٹر یہ نہ سمجھے کہ یہودی کنجوس ہوتے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد اسی طرح پیشاب کی بوتل واپس لئے گزری تو کسی نے پوچھا "واپس کیوں لے آئی ہو؟" بولی "میرے پیشاب سے شوگر نکل آئی تھی۔" ------ شوگر کے حوالے سے یہودیوں کی کنجوسی کا ایک اور لطیفہ ہے۔ ایک یہودی بولا "میں جیسی چائے پسند کرتا ہوں ویسی کا موقع نہیں ملتا۔" پوچھا "کیسے؟" بولا "دوسروں کے ہاں جا کے میں تین چمچ چینی لیتا ہوں اپنے گھر میں ایک چمچ جبکہ مجھے پسند دو چمچ ہیں۔" ------ یہودیوں کے حوالے سے ایک اور لطیفہ ہے۔ بیوی نے یہودی سے پوچھا "تم سو کیوں نہیں رہے؟" بولا "کل ساتھ والے ابراہیم کو ایک ہزار روپیہ دینا ہے۔" بیوی نے کھڑکی سے منہ باہر نکال کر چلا کر کہا "ابراہیم! میرا خاوند کل تمہیں ہزار نہیں دے گا۔" اور خاوند سے بولی "اب تم سو جاؤ' ابراہیم رات بھر نہیں سوئے گا۔"

بشکک کرغیزستان کا صدر مقام ہے۔ اس شہر میں لوگ کم اور درخت زیادہ ہیں۔ لگتا ہے ایک بڑے باغ میں شہر بسایا گیا ہے۔ سڑک کے دونوں طرف باغ ہی باغ ہیں۔

رات کو یہاں لائٹس نہیں ہوتیں تا کہ جوڑے بھی باغ باغ ہو سکیں۔ خوبصورتی اور علم کی اس شہر میں کوئی قدر نہیں کیونکہ ہر بندہ خوبصورت اور تعلیم یافتہ ہے اگر نہیں ہے تو وہ غیر ملکی ہے۔

لڑکیاں اتنے اچھے رنگوں والے لباس پہنتی ہی کہ لگتا ہے لڑکی نہیں چل رہی رنگ چل رہے ہیں جو دیکھنے والے کو رنگ دیتے ہیں۔

لباس اتنے فٹ کہ لگتا ہے جسم پر پرنٹ کئے گئے ہوں۔

اتنی سفید بالوں والی حسینائیں نظر آتی ہیں کہ بندے کو اپنے سفید بالوں پر پیار آنے لگتا ہے۔ روس میں تو سنا ہے سر سفید نہ ہو تو کے جی بی پیچھے لگ جاتی ہے۔

کہتے ہی لڑکی اور گاڑی کبھی بریک کے بغیر نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن جیسے امریکی کی سڑکیں ڈرائیو کرنے کے لئے کمال کی ہیں بشرطیکہ آپ کو رکنا نہ ہو۔ یہاں کی لڑکیاں دوستی کے لئے کمال کی ہیں اگر ان میں بریکیں ہوں۔ وہاں جا کر آپ کو اتنا کچھ پتہ چلتا ہے کہ آپ خود کو 16 سال کا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ کسی سیانے نے مشورہ دیا تھا کہ بیرون ملک کسی سے کچھ مانگنا پڑے تو کسی حسین کے آگے دست دراز کرنا وہ کچھ نہ بھی دے تو بھی بندہ خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ لیکن یہاں کسی سے کچھ مانگنا ہی نہیں پڑتا۔ ہمیں یہاں کی عورتوں کی سب سے زیادہ جو بات پسند آیی وہ یہ ہے کہ وہاں ہر عورت دوسری سے مختلف ہے۔

سم بشکک کا سب سے بڑا شاپنگ سنٹر ہے۔ اگر آپ نے کچھ نہ خریدنا نہ ہو تو یہ بہت اچھی جگہ ہے۔ یہاں کے ایک سیلز مین سے ہمارے ایک ساتھی نے کہا "میں سستے اور خوبصورت جوتے چاہتا ہوں۔" سیلز مین بولا "میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

ہماری لسی کی تو اب اتنی شہرت ہو گئی ہے کہ آکسفورڈ کی نئی ڈکشنری میں لسی کا لفظ شامل کر لیا گیا ہے۔ بشکک میں بھی سڑکوں پر یہ فروخت ہوتی ہے۔ ہمارے ایک

ساتھی نے کہا "یہ گھوڑے کے دودھ سے بنتی ہے۔" ہم حیران ہوئے کیونکہ یہ کمیونزم کا ہی کمال ہے کہ گھوڑے بھی دودھ دینے لگے ہمارے ہاں تو گھوڑیاں بھی دودھ نہیں دیتیں۔ ایک کرغیز نے بتایا اس کا ایک گلاس پینے سے ٹھنڈ پڑ جاتی ہے۔ ہم نے پیا اور بیچنے والی کو پیسے دیئے تو اسے واقعی ٹھنڈ پڑ گئی۔

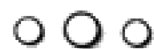
کوئی قوم جس قدر کم ہارن بجاتی ہے اسی قدر وہ مہذب ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں تو ہارن بجانے کا اتنا فیشن ہے کہ لگتا ہے چند سالوں تک پیدل بھی ہارن لگوا لیں گے۔ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ ہارن کا استعمال غیر قانونی ہے تو پھر ہارن ہے کس کام کے لئے۔ بشکک کی سڑکوں پر ہم نے ہارن کی آواز نہیں سنی۔ ٹراموں اور بسوں میں وہ رش ہوتا ہے جو ہمارے ہاں عید گاہوں میں ہوتا ہے۔ نئے لباس میں ملبوس یہ لوگ وہی کر رہے ہوتے ہیں جو عید پڑھنے کے بعد لوگ عید گاہ میں کرتے ہیں۔ اگر کار خراب ہو جائے تو پہلے اسے خود ٹھیک کرتے ہیں اگر ٹھیک نہ ہو تو پھر واڈ کا پی کر ٹھیک کرنے لگتے ہیں۔ ٹائر پنکچر ہو جائے تو لگوانے کے لئے وقت لینا پڑتا ہے۔ جو اتنا ہی مشکل ہے جتنا نیورو سرجن ڈاکٹر بشیر سے آپریشن کا ٹائم لینا۔

دنیا کی سب سے قدیم سواری جس پر سب سے زیادہ لوگوں نے سفر کیا وہ ٹانگیں ہی ہیں۔ ہم نے بھی اس سفر میں ٹانگوں کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ اگر ٹانگیں کبھی ہمارے بہت قریب آ جاتیں تو گھبرا کر ہماری شکل ایسی ہو جاتی جیسی پاسپورٹ کی تصویر ہوتی ہے۔ اگر کوئی لڑکی مسکرا کر دیکھ لیتی تو راجہ صاحب کہتے "آپ کو مستنصر حسین تارڑ سمجھ رہی ہے۔" ہم کسی کو مسکرا کر دیکھ لیتے تو کہتے "خود کو شہزاد احمد سمجھ رہے ہو۔" البتہ گورا صاحب ٹانگوں کو بھی ٹرانسپورٹ ہی سمجھتے۔ وہ تو کسی نیوڈ کالونی میں بھی جائیں تو وہاں جا کے سب سے پہلے ان کے ذہن میں یہ خیال آئے گا کہ یہاں سوتر اور ٹیکسٹائل انڈسٹری کا سکوپ ہے۔

واک کرنے سے کوئی واک اوور نہیں تو نہیں مل جاتا پھر بھی کسی ملک کی سیر تب

تک مکمل نہیں ہوتی جب تک آپ وہاں پیدل نہیں چلتے۔ البتہ ہمارے ساتھ یہ ہوتا جب ہم واک کر رہے ہوتے تو بس اور ٹرام میں زیادہ حسینائیں نظر آتیں۔ ہم بس اور ٹرام میں ہوتے تو وہ پیدل چلتی زیادہ حسین ہوتیں۔ معاملہ کرشن چندر جیسا رہا۔ وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ بس میں سفر کر رہے تھے۔ ایک سٹاپ پر بس رکی تو سٹاپ پر کرشن چندر کے دوست کو ایک بہت خوبصورت لڑکی نظر آئی۔ دوست نے کرشن چندر سے کہا "کرشن جی کیا خوبصورت لڑکی ہے؟" کرشن چندر نے ایک نظر لڑکی پر ڈالی اور حسرت سے گویا ہوئے "ہاں! مگر بس سے باہر"

ابن انشاء لکھتے ہیں "لندن میں ایک بس کنڈیکٹر نے ہم سے پیسے تو لے لئے مگر ٹکٹ نہ دیا۔ بس منہ ادھر کر لیا۔ سچی بات ہے بہت خوشی ہوئی۔ وطن سے دوری کا احساس جاتا رہا۔ ہم بھی ایک دوپہر بور ہو رہے تھے کہ بجلی بند ہو گئی بس ایسے لگا جیسے اپنے وطن میں بیٹھے ہیں۔ ساری دوری دور ہو گئی۔



• جھیل اسق قول کی جل پری

اسق قول جھیل کا رقبہ چھ ہزار دو سو چھتیس مربع کلومیٹر ہے۔ یہاں کے لوگوں کو پانی بہت اچھا لگتا ہے مگر صرف نہانے کے لئے۔ پانی کو پیتے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ انہیں ذرا سا نالہ نظر آ جائے تو اسے دریا سمجھ کر واری ہونے لگتے ہیں۔ اسق قول جھیل کو وہ جھیل شاید اس لئے کہتے ہوں کہ ان کے خیال میں سمندر اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ ہم نے لڑکیوں کو اس کے پانی کو تکتے دیکھا تو ہمیں پتہ چلا کہ اس کا پانی آئینے کی طرح ہے۔ جب بے نظیر بھٹو کو بشکک یونیورسٹی کے اعزازی ڈگری دی گئی تو انہیں روایتی کرغیز خاتون کا لباس پہنایا گیا۔ انہیں دیکھ کر کرغیز میزبان بے اختیار کہہ اٹھے "یہ تو جھیل اسق قول کی جل پری ہے۔"

قدیم مصری علوم و آثارات کے ماہرین نے حال ہی میں دنیا کا ممکنہ قدیم ترین لطیفہ دریافت کیا ہے جو 2600 قبل مسیح کے ایک مقبرے پر کھدا ہوا ہے جسے حال ہی میں پڑھا جا سکا۔ وہ کچھ اس طرح ہے "تم کس طرح فرعون کا دل لبھاتے ہو؟"

"نوجوان لڑکیوں کو مچھلی پکڑنے والے جال کا لباس پہنا دیتے ہیں اور ایسی لڑکیوں سے بھری کشتی کو دریائے نیل میں انڈیل کر فرعون کو اطلاع دیتے ہیں۔ حضور مچھلیوں کا شکار تیار ہے۔"

جھیل اسق قول میں بھی مچھلیوں کا شکار تیار تھا۔ مچھلیاں سومنگ سوٹ پہنے تیر رہی تھیں۔

کچھ لوگ جھیل سے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ کہتے ہیں جو سیاستدان اور مچھیرا جھوٹ نہ بولے وہ اپنے پیشے سے مخلص نہیں۔ ہمیں ایک بار ایک مچھیرے نے بتایا تھا کہ اس نے اتنی بڑی مچھلی پکڑی کہ اس کی تصویر اٹھانے کے لئے دو بندے چاہئیں تھے۔ جھیل پر ایک بندہ بنسی اور بتیسی لٹکائے بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے اس کے پاس آ کر پوچھا "کتنی مچھلیاں پکڑیں؟" وہ بولا "ایک بھی نہیں" تو دوسرے نے کہا "کمال ہے تمہاری چند

گھنٹوں کی کارکردگی میرے پورے ہفتے کی کارکردگی کے برابر ہے۔" وہاں دھوپ میں پکائی چھوٹی چھوٹی نمک والی مچھلیاں Riba تاروں میں پروئی مل رہی تھیں۔ ہم نے ساتھ والی لڑکی سے پوچھا "یہ کھاتے ہیں؟" بولی "ہاں" ہم نے ذرا سا چکھا اور پوچھا "انہیں کھانے کے کتنے پیسے ملتے ہیں؟"

ہمارے ہاں مرد اور مچھر سفید بالوں کی طرف نہیں جاتے۔ روسی حسیناؤں کے تو بال ہوتے ہی سفید ہیں۔ ایک سفید بالوں والی نے ہم سے پوچھا "سنا ہے آپ کے ہاں اتنا پردہ ہے کہ آپ تو نہاتے اور سوتے بھی کپڑے پہن کر ہیں۔" عرض کیا "ہمارے ہاں تو سفید بال ہونا بھی بے پردگی میں آتا ہے اس لئے خواتین اور مرد انہیں فوراً کالے کر لیتے ہیں۔"

جھیل کے کنارے نرم ریت پر لڑکیاں لیٹی سن باتھ لیتے ہوئے پڑھ رہی تھیں۔ بیشتر نے صرف کتاب ہی پہن رکھی تھی۔ کسی کی علم دوستی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسق جھیل کے کنارے لیٹی حسینوں کے پاس سے گزرے اور اس کتاب کا نام پڑھ لے جس کا وہ مطالعہ کر رہی ہوں۔ ہمارے ایک ساتھی تین چار بار حسینہ کے پاس سے گزرے، ہم نے پوچھا "وہ کون سی کتاب پڑھ رہی ہے؟" حیرانی سے بولے "وہ کتاب پڑھ رہی ہے؟"

جاپان کے شاہی خاندان کو سورج کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔ ان کے چہرے دیکھ کر بھی یہی شک پڑتا ہے۔ کوئی جاپانی اپنے شہنشاہ کی طرف دیکھتا تو نتیجہ وہی ہوتا جو سورج کو دیکھنے سے نکلتا ہے۔ لیکن جاپانی اپنی ملکہ کو تب بھی دیکھ لیا کرتے کیونکہ عورت کو نہ دیکھنا اس کی بے ادبی کرنا ہے۔ ہم نے ہمیشہ عورت کا ادب کیا ہے۔ لیکن اعجاز کنور راجہ نے کہا کہ روسی لڑکیاں آنکھوں میں دیکھنے کو بدتمیزی سمجھتی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے روسی حسینہ کو بھی دیکھا اس کی آنکھوں تک نہ پہنچے۔

اسق قول بائی روڈ بشکک سے عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کی تین کیسٹوں کے فاصلے پر ہے۔

ایک گانے پر اصغر ندیم سید نے کہا پاکستانی کیسٹ خراب ہے یا روسی میوزک لگا ہے۔

ایک وقت تھا جب پاکستانی اور امریکی کیسٹ' روسی کیسٹ پلیئر میں پھنس جاتی تھی۔
اب زمانہ بدل گیا ہے واپسی پر ہمارے ساتھ جو مقامی لڑکیاں تھیں انہوں نے بتایا کہ ہماری کئی کئی سال اس جھیل کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ یہ جھیل تو بڑی اہم ہے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اگلے روز ہم نے جھیل کی تصویریں دیکھیں تو پتہ چلا کہ جھیل واقعی لاجواب تھی۔

○○○

• بچوں کی حکومت

ان ممالک میں اگر کسی کی حکومت ہے تو وہ بچے ہی ہیں۔ ہم نے انہیں ہی سڑکوں پر پروٹوکول کے ساتھ گزرتے دیکھا۔ ہمیں وہاں ایک جاپانی گھومتا مل گیا۔ ہم نے اس سے پوچھا "آپ کو یہاں کیا اچھا لگا؟" بولا "بچے۔ باقی سب کچھ جو یہ بناتے ہیں وہ غیر معیاری ہوتا ہے۔" ہم نے ایک کرغیز کے بہت سارے بچے دیکھ کر پوچھا "یہ سب بچے آپ کے ہیں؟" بولا "الحمدللہ مسلمان ہوں۔" روسی بہت کم بچے پیدا کرتے ہیں۔ ایک روسی کے بہت سے بچے دیکھ کر ہم نے پوچھ لیا کہ آپ کے چھ بچے ہیں لیکن ہم نے تو سنا روسی بہت کم بچے پیدا کرتے ہیں؟ وہ بولا "میں روسی ہوں میری بیوی روسی نہیں ہے۔" اس کے باوجود ملک کی آبادی کی شرح منفی کی طرف جاری ہے۔ گاندھی جی نے بھی ایک بار کہا تھا "ہندوستان میں مسلمان بڑھ رہے ہیں کیونکہ یہ زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں جب کہ ہندوؤں کے ہاں کم بچے ہوتے ہیں۔" اس پر مولانا ظفر علی خان نے کہا "گاندھی جی ہم مسلمان اس سلسلے میں آپ کے کس کام آ سکتے ہیں؟"

پاکستان کی آبادی ان ممالک سے زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے جن ممالک کی آبادی پاکستان سے کم تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ یہ ممالک بھی آبادی میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں لیکن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمارے ہاں راتیں بہت لمبی ہوتی ہیں اور وہاں رات دو تین گھنٹوں کی ہوتی ہے' اس کے باوجود وہ لوگ بچوں کے معاملہ میں اس قدر حساس ہیں کہ ------ میاں بیوی میں طلاق ہو رہی تھی' ان کے تین بچے تھے۔ مسئلہ یہ کھڑا ہوا کہ تین بچوں کو دونوں میں برابر برابر کیسے تقسیم کیا جائے اس پر بیوی خاوند سے بولی "اٹھو گھر چلتے ہیں' اگلے سال آئیں گے تا کہ بچے برابر برابر تقسیم ہو سکیں۔"

وہ لوگ بچوں کا اخلاق سنوارنے کی بڑی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی بچوں کو ساتھ اسمبلی میں لے جانے کی اجازت نہیں۔ پچھلے برس ماسکو میں اسلحے کی نمائش ہوئی۔ ایک بچہ ماں کے ساتھ دیکھنے گیا۔ بچے نے فوجی سے پوچھا "یہ کیا ہے؟" فوجی نے بتایا "یہ میزائل ہے۔" پوچھا "اس سے کیا کرتے ہیں؟" فوجی بولا "جہازوں کو مار گراتے ہیں۔" اتنے میں اوپر سے جہاز گزرا جسے دیکھ کر بچہ بولا "اس میزائل کو مار کر وہ جہاز گراؤ نا!" تو بچے کی ماں ڈانٹتے ہوئے فوجی سے بولی "آفیسر! اس کی بات تب تک نہ ماننا جب تک یہ ساتھ پلیز نہ بولے۔"

وہاں عورت کو بچہ پیدا کرنے پر تین سال کی چھٹی ملتی ہے۔ ڈیڑھ سال پوری تنخواہ کے ساتھ اور ڈیڑھ سال آدھی تنخواہ کے ساتھ۔ اگر پانچ بچے ہو جائیں تو پندرہ سال سرکاری نوکری سے چھٹی ہو گئی۔ وہاں 20 سال کی عمر سے نوکری شروع ہوتی ہے اور 55 سال کی عمر میں پنشن مل جاتی ہے وہاں بچہ پیدا کرنا بھی سرکاری نوکری ہے۔ اگر محلے دار کہیں کہ فلاں بچہ فلاں شخص کا ہے تو اس مرد کی 25 فیصد تنخواہ اس بچے کی ماں کو ملنے لگے گی۔ وہاں شادی سے پہلے بچہ پیدا کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ ایک کرغیز لڑکی نے لڑکے سے کہا "ہماری شادی ہو گی تو ہمارے گھر میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں گی۔"

لڑکا بولا "تم اتنے یقین سے یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟"

بولی "اس لئے کہ آج کل وہ میرے ماں باپ کے گھر میں ہیں۔"

ہمارے بچے وہاں کے بچوں سے زیادہ بچے ہیں۔ وہاں کے ایک بچے سے والد نے پوچھا "بیٹا نئی ٹیچر تمہیں کیسی لگی؟" بچہ بولا "بہت اچھی' بڑی حسین ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہ مجھ سے عمر میں بہت بڑی ہے۔" وہاں بچے ہی نہیں بچیاں بھی اتنی چھوٹی عمر میں جوان ہو جاتی ہیں کہ ایک ایسی لڑکی سے والد نے کہا "اب تم بڑی ہو گئی ہو میرا خیال ہے سیکس کے بارے میں کچھ بات ہو جانا چاہیے۔" بیٹی بولی "یس پاپا! آپ بتائیں

آپ سیکس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

○○○

• ناجائزے

یہاں شوہروں کا ذکر گھر میں کم اور لطیفوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ بیویاں کام کرتی ہیں اور مرد یہی کام کرتے ہیں کہ بیویوں کو کام کرنے دیتے ہیں۔ کسی معاشرے کے عکاس اس کے لطیفے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو معاشرے کے عکاس لطیفے اسمبلیوں میں ہیں۔

ہمارے ہاں لطیفوں میں زیادہ تر مردوں کے ناجائز تعلقات کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں مردوں کا یہ رول عورتیں کرتی ہیں۔ اس معاشرے کا مرد' عورتیں ہیں۔ ایسی دو عورتیں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک بولی "تمہیں پتہ ہے پیٹر نے اپنی بیوی کو ناجائز تعلقات کی بنا پر قتل کر دیا؟" دوسری بولی "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے میں نے پیٹر سے شادی نہیں کی تھی۔"

وہاں کی عورتیں بڑی محبت کرنے والی ہوتی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہر روز محبت کرتی ہیں۔ ایک ایسی بیوی کے خاوند نے واڈکا پی کر بیوی کو مار دیا۔ عدالت نے پوچھا "آپ نے آشنا کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی بیوی کو گولی مار دی مگر اس کے آشنا کو چھوڑ دیا' کیوں؟" بولا "میں نے سوچا ہر ہفتے ایک قتل کرنے سے بہتر ہے بندہ ایک بار بیوی کو ہی قتل کر دے۔"

وہاں جب یہ قانون بنا کہ جس کے دس بچے ہوں گے اسے حکومت مفت ایک فلیٹ دے گی تو ایک بیوی نے خاوند سے کہا "ایک آئیڈیا ہے نو بچے تو ہمارے ہیں۔ ایک تمہارا ناجائز بچہ بھی ہے وہ لے آؤ ہمارے پورے دس ہو جائیں گے۔" خاوند گیا اور جا کے بچہ لے آیا۔ گھر آیا تو اسے صرف چھ بچے نظر آئے۔ خاوند نے پوچھا "باقی بچے کہاں ہیں؟" بیوی بولی "ہمارا آئیڈیا چوری ہو گیا ہے۔"

بندہ چھینک بھی اپنے کلچر کے مطابق مارتا ہے۔ اگر بیوی گھر میں آشنا کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہو اور اوپر سے خاوند آ جائے تو اس بیوی کا رویہ اس کے کلچر کے مطابق

ہو گا۔ اگر بیوی فرانسیسی ہوئی تو آشنا سے کہے گی "راک ذرا پرے ہٹ جاؤ میرے خاوند کو بھی جگہ دو۔" انگریز ہوئی تو خاوند سے کہے گی "سر آپ آدھ گھنٹہ پہلے آ گئے اور اس وجہ سے مجھے اور خود کو پریشان کن صورت حال سے دو چار کر دیا۔ آپ سے کئی بار کہا ہے وقت کی پابندی کیا کریں۔" یہودن ہو گی تو کہے گی "ہیں! میرا خاوند اب آیا ہے تو پھر یہ کون لیٹا ہے؟" روسی بیوی کہے گی "ایوان خبردار مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔" پاکستانی بیوی ہوئی تو وہ کہے گی "منے کے ابا! اچھا ہوا تم آ گئے یہ غنڈہ زبردستی میری عزت لوٹنے لگا تھا۔"



• عائلی جاہ

امریکہ میں پہلے عورتیں دولت کی خاطر شادی کرتی تھیں' اب اس مقصد کے لئے طلاق لیتی ہیں۔ سقراط کہتا ہے شادی ضرور کرنا چاہیے۔ اگر آپ کو اچھی بیوی مل گئی تو آپ خوش ہوں گے اگر بری ملی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ آپ فلسفی بن جائیں گے۔ ایک کرغیز نے ہمیں بتایا کہ سمجھ نہیں آتی جونہی مرد کے حالات اور کاروبار بہتر ہوتا ہے اسے کوئی فکر فاقہ نہیں رہتا تو وہ شادی کرنے کا کیوں سوچنے لگتا ہے؟ پھر خود ہی کہنے لگا "شادی کا یہ فائدہ ہے کہ شادی ہو جائے تو ٹین ایجز راتوں کو سڑکوں پر مارے مارے نہیں پھرتے' سر شام بستر میں جا گھستے ہیں۔" وہاں کی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ گھر میں ایک آدمی گلی میں دو آدمیوں سے بہتر ہے۔ لیکن شادی کے بارے میں یہاں کی کنواریوں کی وہی رائے ہے جو شادی شدوں کی ہے۔ ایک لڑکی بتا رہی تھی' میں نے شادی نہیں کی لیکن لوگوں کو بتاتی ہوں کہ میں طلاق یافتہ ہوں تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھ میں کوئی خرابی ہے۔

ہمارے ہاں پیدا ہونے اور مرنے کے بعد تیسرا اہم کام شادی ہے۔ یہاں ایسا معاملہ نہیں۔ کچھ لڑکیاں یہاں شادی کو جاب جتنی بھی اہمیت نہیں دیتیں اور خاوند کو باس کی بجائے سیکرٹری سمجھتی ہیں۔ زیادہ تر نوعمر لڑکیاں شادی کرتی ہیں بڑی ہو کر سب سمجھدار ہو جاتی ہیں۔ ایک بڑی عمر کی کرغیز لڑکی نے بتایا "ہم علیحدہ علیحدہ کمروں میں سوتے' الگ الگ رہتے علیحدہ علیحدہ چھٹیاں گزارتے ہیں۔ ہم وہ سب کر رہے ہیں جس سے ہماری شادی قائم رہ سکے۔ اینڈرسن کہتا ہے "اگر عورت چاہتی ہے کہ خاوند ساری زندگی اس سے محبت کرے تو وہ خود کو بیوی کم اور عورت زیادہ سمجھے۔" رادا انکیا نے بتایا عورت کا مرد سے شادی کرنا بال کٹوانے کی طرح ہے۔ کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ اس کو سوٹ کرتے ہیں یا نہیں اور جب یہ پتہ چلتا ہے تب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

شادی اس وقت مشکل میں ہوتی ہے جب آپ کی بیوی یہ کہے کہ آپ کو تو بس ایک ہی چیز میں دلچسپی ہے اور آپ کو یاد نہ آئے کہ وہ کونسی چیز ہے؟"

کچھ لوگوں کا خیال ہے اچھی عائلی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو اپنا ماضی بتا دیں۔ ایک سیانے نے سچ بولتے ہوئے بیوی کو بتا دیا کہ میں ایک سائیکاٹرسٹ کے پاس جاتا رہا ہوں۔ تو اس کی بیوی نے بھی بتا دیا کہ وہ بھی ایک سائیکاٹرسٹ' ایک جرنلسٹ' دو انجینئروں اور ایک بزنس مین کے پاس جاتی رہی ہے۔

ہمارے مرد تو ایسے ہیں جو لطیفوں میں بھی بیوی سے نہیں پٹتے۔ لیکن وہاں اس خاوند کو خوش قسمت سمجھا جاتا ہے جسے شادی کے بعد کبھی ٹانکے لگوانے ایمرجنسی نہ جانا پڑے۔

ایک جج نے گواہ سے پوچھا "آپ کے سامنے اس عورت نے خاوند کو مارا۔ یہ دیکھ کر آپ نے کیا کیا؟" گواہ بولا "میں نے اپنی منگیتر کو فون کیا کہ میں شادی نہیں کروں گا۔"

کرغیزوں کا خیال ہے بیوی صدر کی طرح ہونی چاہیے تا کہ ہر چار سال بعد بندے کو اسے تبدیل کرنے کا موقع مل سکے۔ بیوی تبدیل کرنے کی خواہش سب کی ایک سی ہوتی ہے لیکن اس کی وجہ ہر کسی کی مختلف ہوتی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے تو وجہ یوں بتائی تھی "میرا اپنی بیوی کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکتا وہ مجھے سمجھ گئی ہے۔"

کرغیزوں میں دو قسم کے خاوند ہوتے ہیں' ایک وہ جو پی کر آتے ہیں اور دوسرے وہ جو آ کر پیتے ہیں۔ رات کو خاوند کے دیر سے آنے پر روسی بیویاں بھی یوں لڑتی ہیں کہ سچی مچی کی بیویاں لگتی ہیں۔ لیکن اگر خاوند نے زیادہ پی لی ہو تو اسے پیٹتی نہیں۔ ہمیں اس کی وجہ ایک بیوی نے یہ بتائی کہ نشے میں انہیں پیٹ لو تو انہیں صبح تک یاد ہی نہیں رہتا کہ کسی نے پیٹا بھی تھا۔ رات کو لیٹ آنے والے خاوند کو بیویاں کہتی ہیں پہلے چابی کے سوراخ سے اندر پھونک مارو۔ پھونک سونگھ کر اندازہ لگاتی ہیں کہ پی کر آیا ہے یا نہیں' تا کہ فیصلہ کر سکیں کہ دروازہ کھولنا ہے یا نہیں۔

- سوئے زن

فرائیڈ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عورت کیا چاہتی ہے؟ بل کوسبی کہتا ہے "یہ مجھے بھی معلوم نہیں' 52 سالوں میں مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ عورت چاہتی ہے مرد ایسے احمقانہ سوال پوچھنے بند کر دیں۔" امریکہ میں تو بات یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ سکول میں قدیم تاریخ کی کلاس سے ٹیچر نے پوچھا "بتاؤ دنیا میں سب سے پہلا انسان کون تھا؟" جواب ملا "آدم" پوچھا "اسے خدا نے کیا سزا دی تھی؟" سٹوڈنٹ بولا "اس کے ساتھ حوا کو زمین پر بھیجا گیا تھا۔" ٹیچر بولا "میں آدم کی سزا کا پوچھ رہا ہوں۔"

عورت کی نفسیات کے حوالے سے رادا نے ہمیں ایک مقامی لطیفہ سنایا۔ حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے بنایا گیا۔ ایک شام حوا نے آدم سے پوچھا "اتنی لیٹ کیوں آئے ہو؟ شام کس کے ساتھ گزری؟" آدم نے کہا "حوا تم ایسا کیوں سوچتی ہو یہاں جنت میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی بھی تو نہیں۔" پھر بھی جب آدم سو گیا تو حوا نے جب تک اس کی پسلیاں نہ گن لیں اسے نیند نہ آئی۔

ایک کرغیز عورت سے ہم نے عمر پوچھی تو اس نے بھی پاکستانی عورتوں کی طرح کم بتائی۔ ہم نے وجہ پوچھی تو بولی "عمر کے وہ سال جو میں نے محبت کے بغیر گزارے میں انہیں اپنی عمر میں شامل نہیں کرتی۔" اس کے خاوند نے بتایا کہ میری بیوی کی عمر چالیس سال ہے مگر وہ بتاتی تیس سال ہے۔ میں اس پر برا نہیں مانتا میں تو اس سے بھی کم عمر بیوی چاہتا ہوں۔

وہاں ہر طرف عورتیں دیکھ کر ایک پاکستانی نے پوچھ ہی لیا کہ یہاں کے مرد کس ملک میں رہتے ہیں؟ ہم پاکستانی زیادہ دیر تک کنوارے رہتے ہیں اور زیادہ دیر تک شادی شدہ' لیکن وہ زیادہ دیر تک شادی شدہ رہتے ہیں نہ کنوارے۔ تاشقند کے روسی بزنس مین مسٹر

ستانی سلاوٗ نے چند دن ہمارے ساتھ قیام کیا انھوں نے وہاں کی عورتوں کی نفسیات کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ آرمنی عورتیں سب سے زیادہ پیار کرنے والی ہوتی ہیں۔ دوسرے نمبر پر جارجین' تیسرے نمبر پر یہودنیں' چوتھے نمبر پر تاجک' پانچویں چھٹے نمبر پر قذاق کرغیز آتی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ سب سے بری بیویاں بالٹک ریاستوں کی عورتیں ہوتی ہیں جنہیں فیملی سے پیار نہیں ہوتا۔ انھوں نے بتایا گروزنی کی عورتیں بڑی حسین ہوتی ہیں۔ یاد رہے وہ کوہ قاف جس کی پریاں ہمارے قصے کہانیوں میں ملتی ہیں' اسی علاقے میں ہے۔ مسٹر ستانی سلاوٗ نے کہا کہ کرغیز اور گروزنی عورتوں میں وہی فرق ہے جو لاڈا کار اور ٹویوٹا کرولا میں ہے۔

کرغیز مرد پہلے کرغیز بعد میں مرد ہوتے ہیں۔ ہماری ترجمان مس سلطنت نے کہا "کرغیز مرد کو سوائے بھیڑ کے کچھ پتہ نہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ وہ عورت کو بھیڑ نہیں سمجھتا۔" روسی عورتوں کے بارے میں کرغیزوں کی رائے اس لطیفے سے ظاہر ہوتی ہے۔ ایک کرغیز روسی سے بولا "چلو مقابلہ کر لیتے ہیں کہ کون سب سے جھوٹی کہانی سناتا ہے۔" روسی نے کہانی یوں شروع کی۔ "یہ کہانی ایک پاکدامن باوفا روسی دوشیزہ کی ہے۔"
کرغیز بولا "آپ مقابلہ جیت گئے۔"

مسٹر ستانی سلاوٗ نے کہا کرغیز مرد گھروں میں کچھ نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم نے کرغیز گھروں میں بچے بھی دیکھے۔ ہو سکتا ہے' مسٹر ستانی سلاوٗ نے کہا ہو کہ وہ اپنے گھروں میں کچھ نہیں کرتے۔ مسٹر ستانی نے بتایا یہاں عورت کے تین نام ہوتے ہیں۔ ایک جب وہ کلی ہوتی ہے اور دوسرا جب وہ پھول بنتی ہے اور تیسرا جب وہ پھولدار بنتی ہے۔ وہاں عورت کو چار بار شرم آتی ہے ایک بار تب جب وہ پہلی بار محبوب کی بانہوں میں آتی ہے۔ دوسری بار تب جب وہ پہلی بار خاوند کی بانہوں میں آتی ہے۔ تیسری بار جب اسے پہلی بار پیسے ملتے ہیں اور چوتھی بار جب وہ پہلی بار کسی کو پیسے دیتی ہے۔ جب کہ مرد زندگی میں دو بار شرماتا ہے۔ پہلی مرتبہ جب وہ دوسری مرتبہ کچھ نہیں کر سکتا اور دوسری مرتبہ جب وہ پہلی مرتبہ کچھ نہیں کر سکتا۔

وہاں گھر چھوٹے ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں گھر اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ایک ڈاکٹر کے بقول میری بیوی نو بجے کچن میں ہوتی ہے تو گیارہ بجے جا کے ڈرائنگ روم تک پہنچتی ہے۔ وہاں کی لڑکیاں، لڑکوں میں وہی خوبیاں ڈھونڈتی ہیں جو مشرقی لڑکے شادی کے لئے لڑکیوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ وہاں کے ایک لڑکے نے سگریٹ پیتے ہوئے اپنی گرل فرینڈ ایرا کے بارے میں بتایا "ایرا میری زندگی میں سگریٹ کی طرح آئی۔" ہم نے پوچھا "آپ نے سگریٹ کیسے شروع کئے تھے؟" بولا "محلے کے ایک لڑکے نے زبردستی دو کش لگوا دیئے تھے۔"

شادی پر دلہنیں سفید لباس پہنتی ہیں۔ ایک بچے نے ماں سے اس کی وجہ پوچھی تو ماں بولی "اس لئے یہ ان کی زندگی کا ایک اجلا اور روشن دن ہوتا ہے۔" بیٹا بولا "اسی لئے دولہے اس روز سیاہ لباس پہنتے ہیں۔" ہمیں سفید لباس پر اعتراض نہیں ہم تو اس پر ہی خوش ہیں کہ شادی کے دن وہ لباس پہنتی ہیں۔ وہاں تو لو میرج کے علاوہ کسی اور قسم کی شادی کا کوئی Concept ہی نہیں۔ وہ شادی کرنے سے پہلے اس کی ریہرسل کرتی ہیں۔ وہ شادی کا دن یاد رکھتی ہیں البتہ خاوند بھول جاتی ہیں۔ یہ سوال وہاں کے ایک سیانے سے پوچھا گیا تو اس نے پوچھنے والے سے پوچھا "تمہیں یاد ہے جس دن تم نے سب سے بڑی مچھلی پکڑی تھی؟" سننے والا بولا "ہاں" پروفیسر نے کہا "لیکن یہ مچھلی کو یاد نہ ہو گا۔"

یہاں صرف سڑکوں اور پارکوں میں گھومنے سے وہ مزا آ جاتا جو مسرت شاہین کی پشتو فلمیں دیکھ کر آتا۔ ڈیلی ٹیلی گراف کے رابرٹ فلپ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ فرانس میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے شیشے سے فٹ پاتھ پر چلنے والی خواتین کو گھورتا رہتا تھا۔ میں نے اس کی توجہ سامنے ٹریفک کی جانب مبذول کروائی تو وہ بولا "جس روز میں نے خواتین کو گھورنا بند کر دیا۔ میری اہلیہ چیک اپ کے لئے مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جائے گی۔" خوبصورت لڑکیوں کو گھورنا فرانس کا قومی کھیل ہے اور سب کو گھورنا ہمارا۔ سو وہاں کوئی مرد کسی لڑکی کو مڑ کر دیکھتا تو ہمیں پتہ چل جاتا

ہے کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟
وہ محبت سے بیوی کو "ذولوتکو" یعنی میرا سونا کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اسے جان کہتے ہیں کیونکہ انسانی جسم میں سب سے قیمتی شے یہی ہے۔ البتہ جن مردوں کی تین تین چار چار جانیں ہوتی ہیں وہ بڑے جاندار ہوتے ہوں گے۔ فرانس میں نئی نسل خوبصورت عورت کے لئے لفظ "موزوار" استعمال کرتی ہے جو کہ فرانس میں نیوکلیئر بم ٹیسٹ کرنے کی جگہ کا نام ہے جبکہ جو عورتیں اتنی پرکشش نہیں ہوتیں' ان کو منجمد فوڈ بنانے والی کمپنی کے نام پر "منڈس" کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں بدکار عورت کو "ٹیکسی" اور دوبئی میں "مشین" کہتے ہیں۔ وہاں بھی اسے عورت نہیں کہتے' لڑکی کہتے ہیں۔ پہلے یہاں جسم فروشی کو برا سمجھا جاتا تھا۔ اب لڑکیاں اسے اپنا روزگار کہتی ہیں۔ سچ ہے بیروزگاری بری بلا ہے۔

○○○

• فرینڈز ان لاء

ازبکستان‘ قذاقستان اور کرغیزستان میں بیویاں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک جو آپ کی باس ہوتی ہے اور آپ ان کے خاوند۔ دوسری وہ جن کے آپ باس ہوتے ہیں اور وہ آپ کی سیکرٹری۔ پاکستانی وہاں جا کر شادیاں نہیں کرتے۔ چند دن رہنا ہو تو دوستی کر لیتے ہیں زیادہ دیر رہنا ہو تو سیکرٹری رکھ لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں اسلام کا غلبہ ہو تو یہ فتویٰ آ جائے کہ چار سے زیادہ سیکرٹری رکھنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

وہاں ایک پرائیویٹ کمپنی کے نئے ڈائریکٹر نے اپنے کیبن میں سے صوفہ اٹھوایا تو چند منٹ بعد خوفزدہ سیکرٹری اندر آئی اور بولی "کیا آپ مجھے چھٹی کروانا چاہتے ہیں؟" ڈائریکٹر بولا "نہیں‘ آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟" بولی "آپ نے صوفہ جو اٹھوا دیا۔"

وہاں شادی نہ کرنے کے جہاں فائدے ہیں وہاں نقصانات بھی ہے۔ ایک پاکستانی دوست نے بتایا کہ "میری ایرا سے روز لڑائی ہو جاتی ہے۔ کئی بار رات کو کھانا کھائے بغیر سوتی ہے۔ میری اس کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی نہیں۔" عرض کیا "ناچاقی ہے تو طلاق کیوں نہیں دے دیتے؟"

بولا "نہیں‘ میں اسے طلاق نہیں دے سکتا۔"

پوچھا "کیوں؟"

بولا "اس لئے کہ وہ میری بیوی نہیں ہے‘ وہ میری سیکرٹری ہے۔"

ایک انڈین بزنس مین نے تین سال بعد اپنی سیکرٹری کو شادی کی آفر کی تو وہ رونے لگی۔ وجہ پوچھی تو بولی "تم مجھ سے شادی اس لئے کرنا چاہ رہے ہو کہ تم نئی سیکرٹری رکھنا چاہتے ہو۔"

ابھی تک لاء میں اس رشتے کو کوئی نام نہیں دیا گیا۔ سجاد باقر رضوی صاحب کلثوم نواز شریف کے ٹیچر تھے اور خود کو نواز شریف کا ٹیچر ان لاء کہتے تھے۔ ہو سکتا ہے آئندہ

سیکرٹری کے ساتھ رشتے کو فرینڈ ان لاء قرار دے دیا جائے۔

○○○

• کے - لچر

ہم تو عورتوں کو مستورات کہتے ہیں۔ یاد رہے مستورات سے مراد وہ نہیں جو رات کو مست کریں۔ لیکن آرٹ میں عورت کو عورت نہیں رہنے دیا جاتا اسے نیوڈ کر دیتے ہیں گویا فائن آرٹ دراصل کپڑے اتارنے کا آرٹ ہے۔ بشکک کی آرٹ گیلری میں گرافکس' سکیچز اور مجسمہ سازی کی نمائش لگی تھی جس کا عنوان تھا "نیوڈ ماڈلز" ------ اس نمائش پر ناظرین کی اتنی کم تعداد دیکھ کر ہم نے کہا اگر آپ کپڑوں کی نمائش لگاتے تو شاید اس سے زیادہ لوگ آ جاتے کہ بندہ وہی چیز دیکھنے آتا ہے جو نئی ہو۔ ویسے تو یہاں کی ہر لڑکی پینٹنگ لگتی ہے جس پر لباس پینٹ کیا گیا ہو۔ پینٹنگز میں مصور نے عورتوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس سے لگتا تھا کہ مصور کے ساتھ عورتوں نے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ کہتے ہیں ان سکیچز کا آرٹسٹ اپنی ماڈل کے ساتھ صوفے پر نیم دراز گپیں لگا رہا تھا کہ اسے کار کے آنے کی آواز سنائی دی تو اس نے ماڈل سے کہا "یہ میری بیوی لگتی ہے جلدی سے اپنے کپڑے اتار دو اور ایسے بیٹھ جاؤ جیسے ہم کام کر رہے ہوں۔"

رنگوں کے معاملے میں رنگین قوم ہے۔ آپ اسے خوش لباس قوم کہہ سکتے ہیں اگر قوم سے مراد صرف عورتیں ہوں۔ ویسے بھی قوم عورتوں سے بنتی ہے مردوں سے بنتی ہوتی تو قوم مذکر ہوتا۔ وہاں آپ سڑک پر کھڑے ہو جائیں تو یہی لگتا ہے جیسے فیشن شو میں ماڈلنگ ہو رہی ہے۔ ہر لڑکی کیٹ واک کرتی گزرتی ہے۔ دہلی کے ایک مصور سے کسی نے پوچھا "آپ جس کسی کا پورٹریٹ بناتے ہیں اس میں مردانگی پائی جاتی ہے اس کا راز کیا ہے؟" مصور بولا "میں پورٹریٹ شیونگ برش سے بناتا ہوں۔" ہم نے نیوڈ سکیچز کے مصور سے پوچھا "آپ نے یہ عورتیں پینٹ کی ہیں؟" بولا "نہیں مردوں

کا پوائنٹ آف ویو پینٹ کیا ہے۔" ان سکیچز پر تبصرہ کرنا ایسا ہی تھا جیسے چلتے ہوئے تسمے بند کرنا' پاکستان ہوتا تو تسموں کے ساتھ مصور بھی بند ہوتا۔ ہمارے ہاں عورتوں نے مردوں کو آگے لگا رکھا ہے۔ وہاں عورتوں نے مردوں کو پیچھے لگا رکھا ہے۔ ہر کام میں عورتیں آگے ہیں مرد پیچھے۔ جس کی وجہ ہمارے ایک پاکستانی مفکر نے وہاں کی عورتوں کا لباس بتائی۔ وہ کہتے ہیں ایسا لباس پاکستانی عورتیں بھی پہنیں تو کوئی مرد ان سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کرے۔

ہمارے ہاں جس کی عزت کرنا ہو اسے ہم فنکار ماننے سے انکار کر دیتے ہیں وہاں فنکاروں کی اتنی عزت ہے کہ ٹکٹوں اور نوٹوں پر موسیقی کے آلات کی تصویریں دیکھ کر ایک میراثی بولا "مولا خوش رکھے اس حساب سے تو یہاں ہمارا راج ہوا۔" شاعروں' ادیبوں اور موسیقاروں کے ساتھ ساتھ سٹالن کی تصویر والی ٹکٹیں بھی دستیاب ہیں۔ کہتے ہیں سٹالن کے دور میں جب یہ ٹکٹیں پہلی بار چھپیں تو سٹالن نے اپنے ایک مشیر سے پوچھا "عوام میں ٹکٹوں کے بارے میں کیا رد عمل ہے؟" مشیر نے کہا "رد عمل تو ٹھیک ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ ٹکٹ صحیح طور پر چسپاں نہیں ہوتے۔" سٹالن نے کہا "تو آئندہ گوند زیادہ لگوا دیں۔" مشیر نے مایوسی سے کہا "مسئلہ حل نہیں ہو گا اصل میں لوگ تصویر والی طرف تھوک لگاتے ہیں۔"

کرغیزوں کے پاس کوئی بڑا رائٹر نہیں ہے۔ اس کا طعنہ دوسری قومیں انہیں یوں دیتی ہیں جیسے ہمارے ہاں فلمی اداکاراؤں کے بچوں کو دوسرے بچے والد کا طعنہ دیتے ہیں۔

کتاب وہ متحرک پارک ہے جسے آپ اپنے ہاتھوں میں تھامے جہاں چاہے لے جا سکتے ہیں اور اس کی سیر کر سکتے ہیں۔ پہلے یہاں ہر گھر میں ایک لائبریری ہوتی۔ کچھ گھروں میں اب بھی ہوتی ہیں۔ دنیا کے سب سے اچھے ٹیکسی ڈرائیور یہاں ہیں کیونکہ یہ انجینئر' ڈاکٹر اور پروفیسر ہیں۔ وہ ٹیکسی کھڑی کرکے کتابیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک ساتھی نے پوچھا "یہ ٹیکسی کھڑی کرکے کتابیں کیوں پڑھتے ہیں؟" جواب ملا "اس لئے کہ ٹیکسی چلاتے ہوئے پڑھنا منع ہے۔"

وہاں کے ٹی وی اور سینماؤں پر اکثر فرانس' برازیل' ارجنٹائن اور میکسیکو کی پروڈکشنز ڈب ہو کر چلتی ہیں۔ فلمیں ڈب یوں کی جاتی ہیں جیسے آپ کسی ایسے دوست کے ساتھ فلم دیکھنے جائیں جسے زبان نہ آتی ہو اور آپ ساتھ ساتھ بتاتے جائیں کہ اب کیا ہوا ہے؟ غیر ملکی پروڈکشنز کے خلاف ایک فلمی ہدایتکار نے کریملن پر تیر چلا کا احتجاج کیا تو اسے گرفتار کر لیا گیا۔ پتہ چلا کہ وہ واڈکا کے نشے میں دھت تھا۔ اس ڈائریکٹر نے کہا "ہماری فلمیں بڑی اچھی ہوتی ہیں۔ بس انہیں آپ واڈکا پی کر دیکھیں۔" ڈائریکٹر کا نقطہ نظر سمجھنے کے لئے یہ ضروری بھی ہے کیونکہ ڈائریکٹر نے بھی اسے واڈکا پی کر بنایا ہوتا ہے۔

تعلیم کو سب سے زیادہ نقصان وہاں تعلیم نے پہنچایا ہے۔ سو فیصد لٹریسی کا مطلب ہی یہ ہے کہ پڑھے لکھے بندے کی کوئی قدر نہیں۔ ایک ٹیچر بچوں سے سوال پوچھ رہی تھی۔ "آپ کا باپ کون ہے؟" بچہ بتاتا ہے "میرا باپ ویٹر ہے۔" ٹیچر کہتی ہے "گڈ" دوسرے سے پوچھتی ہے "آپ کا والد کون ہے؟" وہ کہتا ہے "دوکاندار" ٹیچر کہتی ہے "وری گڈ" تیسرے سے پوچھتی ہے "تمہارا؟" بچہ کہتا ہے "میرا والد سنار ہے" ٹیچر کہتی ہے "ونڈر فل" چوتھے بچے سے پوچھا "تمہارا باپ کون ہے؟" بچہ بولا "میرا باپ انجینئر ہے۔" یہ سن کر سارے بچے ہنسنے لگے تو ٹیچر بولی "بچو! دوسروں کی بے کسی پر ہنسنا نہیں چاہیے۔"

ہم جب بتاتے کہ ہم ڈاکٹر ہیں تو بیرے ٹپ نہ مانگتے۔ ہم سمجھتے احتراماً ایسا کرتے ہیں کہ یہاں ڈاکٹروں کی بہت عزت ہو گی۔ خواتین کو بتاتے ہم سائیکاٹرسٹ ہیں تو وہ اٹھ کر چلی جاتیں۔ ہم سمجھتے شاید ڈر جاتی ہیں کہ تحلیل نفسی نہ کر لیں۔ لیکن ایک دن ایک ٹیکسی ڈرائیور سے ہم نے پوچھا "کتنا پڑھے ہو؟" تو وہ بولا "کارڈیالوجسٹ ہوں" تب ہمیں پتہ چلا کہ ہمارے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں ہوتی رہی۔ لوگ اس قدر کم بیمار ہوتے ہیں کہ ڈاکٹروں کی صحت تب ہی بہتر ہو سکتی ہے جب حکومت مریض امپورٹ کرے۔ وہاں ہر محلے کے لوگوں کے لئے ایک ہسپتال ہے جہاں مفت علاج ہوتا ہے۔

وہاں بہت کم لوگ ہسپتال جاتے ہیں۔ ہسپتال کی نرسیں دیکھنے کے بعد ہمیں وجہ کی سمجھ بھی آ گئی۔

وہاں تعلیم عام ہے اور تعلیم یافتہ بھی۔ ہمارے ہاں یونیورسٹی میں اگر کوئی پریشان نظر آئے

تو وہ ٹیچر ہو گا۔ اگر بہت پریشان نکلا تو وائس چانسلر ہو گا۔ وہاں البتہ کوئی پتہ نہیں چلتا کہ طالب علم کون ہے اور ٹیچر وائس چانسلر کون۔ کیونکہ سب ہی ایک جیسے پریشان نظر آتے ہیں۔ وہاں طالب علم کے چھٹی کرنے پر ٹیچر خوش ہوتا ہے کیونکہ طالب علم کو چھٹی کرنے پر جو ایک ڈالر فی گھنٹہ فائن ہوتا ہے یہ اس ٹیچر کو ملتا ہے جس کی کلاس سے طالب علم چھٹی کرتا ہے گویا وہاں جتنا برا ٹیچر ہو گا اتنا زیادہ کمائے گا۔

آزادی کے بعد سے وہاں علم سے بھی آزادی حاصل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

ایک ایسے بچے کو ٹیچر نے دکان پر پیسے گنتے دیکھ کر کہا "سکول کیوں نہیں جاتے؟"

تو وہ پیسے گنتے ہوئے بولا "یہ حساب کی کلاس میں ہی تو ہوں۔"

ہمارے ہاں ہر آدمی سوچتا ہے اس کے پاس دولت ہو گی تو خوش ہو گا جس کے پاس دولت ہے وہ سوچتا ہے' میرا السر ٹھیک ہو گا تو خوش ہوں گا۔ وہاں عورتیں اپنی حفاظت کے لئے پیسے کمانے کی خاطر خود کو خطروں میں ڈالتی ہیں۔ مرد تو دولت کمانے کی خاطر پائی پائی خرچنے کو تیار ہیں۔ ہر کوئی جلدی میں ہے۔ اس کا اندازہ اس لطیفے سے لگا لیں۔ ایک دفتر میں باس نے لکھ کر لگایا کہ آج کا کام کل پر مت چھوڑو۔ ایک دن اس کا دوست آیا اس نے یہ پڑھ کر پوچھا "کسی نے اس پر عمل بھی کیا؟" تو باس بولا "بالکل اس سلوگن پر فوری عمل ہوا۔ کیشیئر ہزاروں روپے چرا کر غائب ہو گیا۔ مینجر میری سیکرٹری بھگا کر لے گیا اور چھ ملازمین نے اپنی تنخواہیں بڑھانے کا مطالبہ کر دیا۔

فارغ وقت میں ہم گورا ریسٹورنٹ جا بیٹھتے جو ابھی زیر تعمیر تھا۔ مقامی مرد عورتیں وہاں کام کر رہے تھے۔ ہمارے ایک ساتھی نے کہا "آج تمام مزدوروں سے اس اکیلی عورت

نے زیادہ کام کیا۔" تو گورا صاحب بولے "دراصل آپ نے اسے زیادہ دیکھا ہے۔"
گورا ریسٹورنٹ کے سامنے پارک تھا جہاں لڑکے اپنی محبوبائیں پارک کرتے تھے۔ وہاں ایک عورت کا مجسمہ تھا۔ جس کے ہاتھ میں کشکول تھا۔ اعجاز کنور راجہ بولے "یہ کشکول تو ہمارا ہے لیکن یہ خاتون کون ہے؟" بڑا "بے نظیر" مجسمہ تھا۔

بیش برماق ان کا قومی کھانا ہے جو اتنا لذیذ ہوتا ہے کہ ایک عورت نے خاوند سے کہا "ڈارلنگ تم مجھ سے پہلے سی محبت نہیں کرتے کیونکہ پہلے جب میں بیش برماق پکاتی تو تم خود تھوڑا کھاتے مجھے زیادہ کھلاتے۔ اب تم سارا کھا جاتے ہو۔" تو خاوند بولا "اس کی وجہ محبت کی کمی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اب تم اچھا پکانے لگی ہو۔" کچھ بیویاں کھانا پکا سکتی ہیں لیکن نہیں پکاتیں۔ وہ اتنی بری نہیں جتنی وہ جو نہیں پکا سکتیں مگر پکاتی ہیں۔ زیادہ تر وہاں بیویاں کھانے پکاتی ہیں اور خاوند کھاتے ہیں۔ کچھ بیویاں اپنے پکائے کھانے خود بھی کھا لیتی ہیں۔ وہاں تو ایک بار ایک خاتون جج کے پاس چلی گئی کہ مجھے طلاق چاہیے۔ جج نے وجہ پوچھی تو بولی "میں جو بھی پکا لوں میرا خاوند ضد کرتا ہے کہ میں بھی وہ کھاؤں۔"

صبح صبح کتے اپنی مالکاؤں کو ٹہلانے سڑک پر نکل آتے۔ یہ جاننے کے لئے کونسا کتا پیارا ہے زنجیر کے دوسرے سرے پر نظر ڈالنا پڑتی۔ جین ہل کہتا ہے "کوئی بندہ تب تک یہ نہیں سمجھ سکتا کہ محبت کا اصل مطلب کیا ہے؟ جب تک وہ ایک کتا نہیں پال لیتا۔" اس کا مطلب ہے لوگوں نے کتے نہیں محبت کے ٹیوٹر رکھے ہوئے ہیں۔ کتوں کے ساتھ رہ رہ کر لوگ بڑے کلچرڈ ہو گئے ہیں جیسے ایک خاتون نے دوسری سے شکایت کی کہ تمہارا کتا ہمارا مرغ کھا گیا۔ تو کتے والی بولی "اچھا ہوا' آپ نے مجھے بتا دیا آج سارا دن میں اسے کھانے کو کچھ نہ دوں گی۔"

بشریٰ رحمٰن کہتی ہیں جب میں اور میری بہن جوان ہوئیں تو ہمارے گھر میں 13' 14 سال کا ایک نوکر تھا۔ اس کی ماں نے ایک روز اسے کہا کہ "اب لڑکیاں جوان ہو گئی ہیں یوں یکدم ان کے کمرے میں نہ جایا کرو' ہو سکتا ہے اس وقت وہ کپڑے

بدل رہی ہوں۔" تو لڑکا بولا "نہیں بے بے! میں ایسے بھی نہیں جاتا۔ جانے سے پہلے اندر جھاتی مار لیتا ہوں۔" سو ہم بھی ڈسکو کلب میں داخل ہونے سے پہلے جھاتی مار لیتے کہ کوئی کپڑے تو تبدیل نہیں کر رہا۔ ہم تبدیل کر کے جاتے تھے۔ ہمارے ہاں لڑکیاں پیسے لے کر ناچتی ہیں یہاں لڑکیاں ٹکٹ خرید کر ناچنے آتی ہیں۔ تب تک ناچتی رہتی ہیں جب تک اتنی تھک نہ جائیں کہ انہیں نیند آ سکے کیونکہ وہاں نیند کی گولیاں آسانی سے نہیں ملتیں۔ برطانوی سائنس دان نے کہا ہے پیدائش سے پہلے بھی بچے میوزک سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پاپ پر تو وہ سٹیپ بھی لیتے ہیں مگر ان کے پاس ڈانسنگ کے لئے جگہ نہیں ہوتی۔ یہاں پیدا ہونے والوں کو یہی فائدہ ہے کہ انہیں' ڈانسنگ کے لئے جگہ مل جاتی ہے۔



• مادر مزاح

ایک زمانے میں کے جی بی کا اتنا خوف تھا کہ یہ خوف ناموں تک پہنچ گیا تھا۔ جیسے چیخوف۔ بیوی اگر کسی دن خاوند کے ساتھ عزت سے پیش آتی تو وہ سمجھتا یہ مجھے کی جی

بی کا ایجنٹ سمجھ رہی ہے۔ خوف مزاح کی ماں ہے۔ امریکہ نے کے جی بی کے اتنے لطیفے بنائے کہ لوگ اب کے جی بی کے ذکر پر ہنسنے لگتے ہیں۔ اب یہ صورت حال ہے کہ دو روسی فون پر بات کر رہے تھے۔ ایک بولا "کیوں بھئی سو رہے ہو؟" دوسرا بولا "یہ تم نے کیوں پوچھا؟" پہلا کہنے لگا "فون پر خراٹوں کی آواز جو آ رہی ہے۔" دوسرا کہنے لگا "وہ تو مجھے بھی آ رہی ہے۔" پہلا بولا "اچھا پھر وہ کے جی بی کا ایجنٹ ہو گا۔"

کمیونزم دور کا لطیفہ ہے کے جی بی کے چیف نے کہا "میں نے تمہیں مفرور ملزم پکڑنے کو کہا تھا وہ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا؟" ایجنٹ بولا "وہ سینما میں داخل ہو گیا تھا۔" چیف نے کہا "تم اس کے پیچھے سینما کیوں نہیں گئے؟" بولا "اس سینما میں جو فلم لگی تھی وہ میں پہلے تین بار دیکھ چکا ہوں۔" ------ اس سے ملتا جلتا ایک اور لطیفہ ہے۔ کے جی بی کے چیف نے کہا "تمہیں حکم دیا گیا کہ اس عمارت سے نکلنے والے تمام راستوں پر بندے تعینات کرنا' پھر ملزم عمارت سے بھاگ کیسے نکلا؟" انسپکٹر بولا "سر! میں نے باہر جانے کے تمام راستوں پر جوان کھڑے کر دیئے تھے۔ لیکن ملزم اندر آنے والے راستے سے نکل گیا۔"

ان آزاد ریاستوں میں اگر کوئی چیز مستقل ہے تو وہ ہیں "عارضی مشکلات" ------ روس کی معاشی بدحالی کا تو یہ عالم ہے کہ اب ایٹمی آبدوزیں روسی سمندروں میں بار برداری کے لئے استعمال کی جا رہی ہیں۔ جدید ترین آبدوزیں لکڑی' کاغذ اور دیگر اشیاء لاد کر ادھر ادھر لے جا رہی ہیں۔ پہلے فوجیں روس کی محافظ تھیں اب روس اپنی فوجوں کا محافظ ہے۔ اس کے باوجود آج بھی روس اتنا طاقتور ہے کہ سرمایہ دار ملکوں کی اقتصادیات

تباہ کر سکے۔ بس اسے اتنا کرنا ہو گا کہ اپنی سب سے تباہ کن فورس یعنی سابق اقتصادی ماہرین کو ان ملکوں میں بھیج دے۔

یہ آزاد ریاستیں خطرے کی صورت میں یلسن کی طرف دیکھتی ہیں جو پہلے ہی آنکھیں بند کئے بیٹھا ہوتا ہے۔ صرف تب آنکھیں کھولتا ہے جب پئی ہو۔ Shenon ائیر پورٹ پر آئیر لینڈ کے سربراہ صدر یلسن سے ملنے کے انتظار میں ان کے جہاز کے پاس پروٹوکول کے ساتھ کھڑے رہے لیکن انہوں نے اتنی پی تھی کہ بورس یلسن کی بجائے بوتل یلسن لگ رہے تھے۔ جہاں تک یلسن کے اختیارات کی بات ہے تو سٹالن دور کی کریملن کی 80 سالہ ملازمہ پولینا جو کریملن کی صفائی کی انچارج ہے اس سے پوچھا گیا کہ آپ کے اختیارات زیادہ ہیں یا بورس یلسن کے؟ تو وہ بولی "بورس یلسن روس کی صفائی کرتے ہیں اور میں کریملن کی۔ اس لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ دونوں میں سے بہتر کون ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہیں پورے ملک کی صفائی کرنا پڑتی ہے اس لئے ان کا کام مجھ سے زیادہ ہے۔"

جیلیں وہاں واحد جگہ ہیں جہاں عورتیں مردوں سے کم ہیں۔ سابق سپر پاور کرپشن کے معاملے میں حسب سابق سپر پاور ہے۔ ایک مقامی باشندے نے دوسرے سے پوچھا "آپ کا خاندان چھٹیاں گزارنے کہاں جا رہا ہے؟" دوسرا بولا "میری بیٹی سوئٹزر لینڈ' بیٹا انڈیا' بیوی پیرس"

"اور تم؟" پہلے نے پوچھا۔

دوسرا بولا "اور میں اس وجہ سے جیل۔"

رادا نے جرائم کے حوالے سے ہمیں ایک لطیفہ سنایا جو یہ تھا کہ ایک بیوی خاوند سے کہتی ہے "میکس کل تم کہاں تھے؟ آج کے اخبار میں چوری کی ایک بھی واردات کا ذکر نہیں۔"

سوویت یونین جو جنگ ہارنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ہوا وہ افغان وار نہیں میڈیا وار تھی۔ اس وار میں وہ کہاں کھڑا ہے اس کا اندازہ وہاں کے تازہ لطیفے سے لگا لیں۔ میخائل

گورباچوف انڈر ویئر میں باہر بالکونی میں کھڑا تھا تو اس کی بیوی کچن سے چلانے لگی۔
"میخائل کپڑے پہن لو" وہ بولا "ہیں! کیا میں تمہیں کچن سے نظر آ رہا ہوں؟" تو رئیسہ گوربا چوف بولی "نہیں میں وائس آف امریکہ سن رہی ہوں۔"

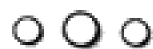
○○○

• بادہ خواریاں

وہاں نشے میں گاڑی نہیں چلا سکتے' حکومت چلا سکتے ہیں۔ مسٹر ستانی سلاوٴ نے بتایا کہ کرغیزوں کو واڈکا بے حد پسند ہے۔ جو کرغیز شرابی نشے میں دھت چل نہیں سکتا اسے گھوڑے پر بٹھا دو تو گھوڑا بہت اچھا دوڑائے گا۔ ایک کرغیز نشے میں گاڑی چلا رہا تھا۔ ٹریفک پولیس انسپکٹر نے روک کر پوچھا "کیوں بھئی! آپ نشے میں دھت گاڑی کیوں چلا رہے ہو؟" بولا "آپ کو نظر نہیں آتا میں نشے میں پیدل چل سکتا ہوں کیا؟" کرغیز مرد واڈکا پی کر آوٴٹ ہو جاتے ہیں۔ اکثر گھر سے آوٴٹ ہوتے ہیں۔ اکیلے ہوں تو خدا سے بھی ڈرتے ہیں اکیلے نہ ہوں تو اپنی بیوی سے بھی نہیں ڈرتے۔ کچھ کہتے ہیں کرغیز اس لئے شراب پیتے ہیں کہ روزمرہ کے کام ٹھیک طریقے سے کر سکیں وہ شور و غوغا اور دھینگا مشتی تب کرتے ہیں جب نہ پی ہو۔ پی کر مدبر بن جاتے ہیں۔ ایک ایسے مدبر سے کسی نے پوچھا "تم نے شیو کیوں نہیں کی؟" بولا "میرے نائی نے اتنی پی تھی کہ شیو کروانا میرے ٹھیک نہ تھا۔" پوچھا "تمہارا نائی کون تھا؟" کہا "میں"

مسٹر ستانی سلاوٴ نے بتایا کہ واڈکا جراثیم مار دیتی ہے' اس لئے صحت کے لئے مفید ہے۔ ہم نے عرض کیا "مانا واڈکا سے جراثیم مر جاتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جراثیموں کو واڈکا پلائی کیسے جائے؟" وہاں بخار' ملریا' سر درد' گردے کے درد غرض ہر بیماری کے لئے واڈکا پیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بیوی کے لئے بھی۔ کہتے ہیں اس سے بیوی کے میک اپ کا خرچہ بچتا ہے۔ آپ پی لیں تو بیوی خوبصورت لگنے لگتی ہے۔ میک اپ کا خرچہ وہاں بھی اتنا ہوتا ہے کہ ایک دوست نے دوسرے سے کہا "میری محبوبہ میک اپ پر بہت خرچ کرتی ہے مجھے ڈر ہے میں اس خرچے سے پاگل نہ ہو جاوٴں۔" دوسرا بولا "تم نے میک اپ کے بغیر کبھی اسے دیکھا ہے؟" وہ بولا "نہیں" تو دوسرے نے کہا "ورنہ تم اب تک ہو چکے ہوتے۔"

آزادی نے انہیں بہت آزاد کر دیا ہے۔ بازار جنسی رسالوں‘ فلموں اور ایسے ہی لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ امپورٹیڈ شراب اور سگریٹ آپ کو چھوٹے چھوٹے گاؤں میں مل جائیں گے۔ روٹی کے لئے اب بھی لائن لگانا پڑتی ہے۔ روسی پیتے ہیں کام کرتے ہیں اور پیتے ہیں۔ کرغیز پیتے ہیں‘ اور پیتے ہیں اور پھر پیتے ہیں۔ شراب پینا وہاں تفریح نہیں باقاعدہ کام ہے اور ایک وقت میں وہ ایک ہی کام کرتے ہیں۔ وہاں کے مچھر بھی شرابی ہیں انہیں پینے کا اس قدر شوق ہے کہ جس نے واڈکا نہ پی ہو اسے کاٹتے نہیں۔ ہمارے ہاں کے مچھر ان جتنے "مچھرے" نہیں ہوتے۔ ہمارے ہاں مچھروں کے لئے ہے بھی کیا! اتنا پردہ ہوتا ہے کہ عورت کے صرف ہاتھ یا پاؤں پر کاٹ سکتے ہیں۔ وہاں ہر مسئلے کا حل واڈکا ہے۔ مسٹر ستانی سلاوٴ نے کہا "اگر آپ کا پاؤں آگے سے سوجا ہے تو اس پر واڈکا لگاوٴ۔ پوچھا "اگر پیچھے سے سوجا ہو تو؟" بولے "پھر پیوٴ" پوچھا "واڈکا کے گلاس سے بہتر دنیا میں کچھ نہیں؟" بولے "ہے کیوں نہیں‘ واڈکا کی بوتل۔"



• مس سلطنت

یہاں مس سلطنت سے مراد روس کی کوئی ایسی سلطنت نہیں جو ابھی تک مس ہو۔ یہ ہماری ترجمان تھی۔ گھر والوں نے اس کا نام سلطنت اس لئے رکھا تھا کہ عورت سلطنت ہی ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ سلطنت اپنے بادشاہ کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے وہاں اب جمہوری نظام آگیا ہے۔ سلطنت وہی رہتی ہے حکمران بدلتے رہتے ہیں۔ مس سلطنت نے ہمیں کرغیزستان کے بارے میں وہ سب بتایا جو بتانا چاہتی تھی۔ صرف وہ کچھ نہ بتایا جو ہم جاننا چاہتے تھے۔ دیکھنے میں ایسی تھی کہ اسے دیکھ کر بندہ خود کو روم کی بجائے کلاس روم میں بیٹھا محسوس کرتا۔ ٹیچر کی تعریف یہ ہے کہ وہ شخص جو دوسروں کی نیند میں بولتا ہے یہ لگتا ہے خود نیند میں بول رہی ہیں۔ گورا صاحب نے یہ ترجمان ہمیں دیتے ہوئے کہا کہ ترجمان حسین نہیں ہونا چاہیے ورنہ دھیان ترجمے کی طرف نہیں جاتا۔ وہ مقامی زبانوں سے ترجمہ کرکے ہمیں انگریزی میں بتاتی اور معاملہ کچھ ایسا ہی تھا جیسے ڈاکٹر سلیم اختر صاحب اردو کا پرچہ چیک کر رہے تھے ایک پرچے کے آخر میں انہوں نے لکھا "بیٹا صاف صاف لکھا کرو" پرچے طلبہ کو واپس کئے گئے تو وہ طالب علم ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا اور بولا "سر آپ نے میرے پرچے پر کیا لکھا ہے؟ پڑھا نہیں جا رہا ہے۔"

مس سلطنت نے بتایا کہ روسیوں کی شادی سے پہلے کنواری ہونا شرط نہیں لیکن کرغیزوں میں یہ روایت ہے کہ سہاگ رات کو جوڑا جس بستر پر سوتا ہے اگلے دن اس بستر کی چادر صحن میں لٹکا دی جاتی ہے اسے دیکھ کر دولہا کو سلامیاں دیتے ہیں جو دولہے کی خالاؤں میں تقسیم ہوتی ہے۔ شہروں میں تو لو میرج ہوتی ہے جس کی ریہرسل جوڑے کئی ماہ پہلے پارکوں اور کلبوں میں شروع کر دیتے ہیں۔

لو میرج میں لڑکے لڑکی کو پسند کا جوڑ مل جاتا ہے۔ ایسی ایک لڑکی سے اس کی سہیلی

نے پوچھا "تمہارا دولہا کیسا ہے؟" لڑکی بولا "لا جواب! اس سے اندازہ لگا لو کہ ہمارا آج تک صرف ایک بات پر اختلاف ہوا ہے' وہ یہ کہ میں سفید لباس میں شادی کرنا چاہتی ہوں اور وہ نہیں چاہتا۔"

آسکر وائلڈ نے کہا تھا اگر کوئی یہ سکھا دے کہ انگریزی کیسے بولنا ہے اور آئرش کیسے سننا ہے تو سوسائٹی مہذب ہو سکتی ہے۔ ہمارے تو مہذب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہمیں مقامی زبانیں نہ آتی تھیں۔ سامنے والے فلیٹ کے دروازے میں صوفہ پھنسا ہوا تھا۔ ہم مدد کے لئے آگے بڑھے' کافی دیر صوفے کو کھینچتے رہے۔ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ فلیٹ والی محترمہ کہہ کیا رہی ہے۔ اتنے میں مس سلطنت آ گئی ہم نے پوچھا "یہ محترمہ کہہ کیا رہی ہے؟" تو مس سلطنت نے بتایا "وہ کہہ رہی ہے بس چھوڑ دو ہم اسے اندر نہیں لے جا سکتے۔" تو ہم نے حیرانی سے کہا "اچھا اسے اندر لے جانا تھا؟"

وہاں ہر لڑکی کا آئیڈیل مرد امریکی ہے۔ ہم نے مس سلطنت سے اس کی وجہ پوچھی تو بڑے دانشورانہ انداز سے بولیں "دو وجوہ ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ امریکہ کی کرنسی ڈالر ہے اور دوسری وجہ بھی یہی ہے۔" امریکی وہ قوم ہے جو میچ دیکھنے بھی جائے تو ساتھ ریڈیو لے جاتی ہے تا کہ کمنٹری سن کر انہیں پتہ چلتا رہے کہ کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس کے باوجود پوری دنیا ان سے پوچھتی ہے کہ کون جیتے گا؟" مس سلطنت نے بتایا کہ اگر کلنٹن روس سے الیکشن لڑے تو یلسن کی ضمانت ضبط کروا دے۔

ہم مقامی کتوں سے بہت ڈرتے۔ خاص طور پر اس وقت جب ہماری جیب میں پاسپورٹ نہ ہوتا اور سامنے سے کتا آ جاتا۔ مس سلطنت نے کتوں سے ڈرنے کی وجہ پوچھی تو ہم نے کہا "ہمیں روسی تو آتی نہیں اور یہاں کے کتے انگریزی سمجھتے نہیں سو اگر کاٹنے کو دوڑے تو ہم روکیں گے کیسے؟" اس سے اندازہ لگا لیں روسی زبان نہ آنے کے کتنے نقصانات ہیں۔ مس سلطنت نے بتایا "روسی لڑکیاں اچھی دوست ہوتی ہیں کیونکہ روسی لڑکیاں دوستی کو باقاعدہ رشتہ سمجھتی ہیں اور نبھاتی ہیں۔ میں اپنے راز روسی لڑکی کو بتا دوں گی لیکن کسی کرغیز' قذاق یا ازبک سہیلی کو نہ بتاؤں گی۔" مس سلطنت نے

مزید بتایا کہ یہاں جب لڑکی کو پہلی بار لڑکا پسند آئے تو وہ اسے دیکھ کر مسکراتی ہے۔
ہم نے پوچھا "آپ نے خاوند کو جب پہلی بار دیکھا تو آپ مسکرائی تھیں؟" بولی "نہیں' میری تو ہنسی نکل گئی تھی۔"

مس سلطنت کو طلاق ہو چکی تھی۔ پوچھا "شادی کتنی دیر چلی؟" موصوفہ نے شادی پر خریدی ہوئی جوتی کی طرف دیکھا جو ٹوٹ چکی تھی اور بولی "ہمارے ہاں شادیاں اور جوتیاں زیادہ دیر نہیں چلتیں۔" ہم نے کہا "ہمارے ہاں یہ دونوں ایک ساتھ دیر تک چلتی ہیں۔"
مس سلطنت نے اپنی پسند کا ایک گیت سنایا جس کا سینہ بہ سینہ ترجمہ ہم تک جو پہنچا وہ یہ ہے:

کتنی حیرانی ہے!
زندگی کتنی تیز رو ہے کہ ہمارے خواب سچے ہونے سے پہلے ہی ٹوٹ جاتے ہیں
میری زندگی کا مسئلہ ہے!
میں ہمیشہ تم سے پیار کروں گی
کیف کے لڑکے! تم کہاں ہو؟
کتنا برا ہوا' ہم جدا ہو گئے
اس سے بھی برا ہوا کہ مجھے تمہارے لئے مسکرائے عرصہ ہو گیا
تم کہاں ہو؟
ہو سکتا ہے کوئی اور لڑکی تمہارے ساتھ ہو
ہو سکتا ہے وہ تمہیں چاہتی ہو
دن اور راتیں تمہارے ساتھ گزارتی ہو
میں پچھلی شب ایک لمحے کے لئے بھی نہ سو سکی
کھڑکی سے باہر دو ستاروں کو دیکھتی رہی
اور سوچتی رہی
ہو سکتا ہے تمہیں بھی نیند نہ آ رہی ہو

اور تم بھی ستاروں کو دیکھ رہے ہو

○○○

• یورتا

کرغیزستان کی سب سے اہم پیداوار کرغیز ہیں۔ یہی معاملہ قذاقستان کا ہے۔ وہاں کی قابل ذکر مصنوعات میں قذاق ہی آتے ہیں۔ دونوں قوموں نے روسیوں اور مویشیوں میں عمریں گزاریں۔ مویشیوں سے ان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے کی خیریت بعد میں دریافت کرتے ہیں مویشیوں کی پہلے۔ یہ خانہ بدوش لوگ تھے جو اونٹ کی اون اور اخروٹ کی لکڑی سے بنے مستقل طور پر عارضی گھروں میں رہتے۔ جنہیں دو تین عورتیں مل کر دو تین گھنٹوں میں کھڑا کر لیتیں' یہ "یوریا" کہلاتا۔ گھوڑا ان کے گھروں کا سربراہ ہوتا ہے۔ گھوڑے کے بغیر وہ ایسے ہی تھے جیسے گھوڑے کے بغیر تانگہ۔ کسی جگہ ایک دن سے زیادہ ٹھہرنا ان کے ہاں بے عزت ہونا ہوتا۔ 1925ء میں سٹالن نے ان کے تمام گھوڑوں کو گولیاں مروا دیں تا کہ یہ لوگ گھر بنا کر رہ سکیں یہ یورتا سے نکل کر یورتا سے نکل کر فلیٹوں میں آ بسے مگر یورتا ان کے اندر سے نہ نکل سکے۔ کرغیزستان کے قومی پرچم میں بھی "یورتا" کی چھت کو زرد اور سرخ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے ہاں موئنجوڈارو سے کھانے کے برتن نکلے جس کا مطلب زاہد ڈار صاحب نے یہ نکالا کہ وہاں کے لوگ کھانا بھی کھاتے تھے۔ ایسے ہی یورتاؤں میں بستر دیکھ کر ہم نے نتیجہ نکالا کہ یہ لوگ گھوڑوں کے علاوہ بستروں پر بھی پیدا ہوتے تھے۔

ان کے فلیٹ بڑے فلیٹ سے ہوتے ہیں۔ ہماری عورتیں اپنے گھر سے وفادار ہوتی ہیں کرغیز لڑکیاں اپنے فلیٹ سے۔ ایسی ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔ "میرے خاوند نے فلیٹ خریدا لیکن وہ بہت برا ہے میں اسے بدل رہی ہوں۔" کہا "فلیٹ بدل رہی ہو؟" بولی "نہیں خاوند۔" وہاں ایک پلازے میں جتنے فلیٹ ہوتے ہیں ان کا ایک منتظم مقرر ہوتا ہے جسے کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کا اندازہ اس لطیفے سے لگا لیں۔ ایک

فلیٹ میں رہنے والے شخص نے آ کر دوسرے سے کہا "میں نے تمہارے فلیٹ میں تمہاری بیوی کو اپنے منتظم کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا ہے۔" خاوند غصے سے جا کر

تالے کی چابی کے سوراخ سے اپنے فلیٹ کے اندر جھانکتا ہے اور اطمینان سے واپس آ کر اس شخص سے کہتا ہے "جھوٹ بول رہے ہو یہ ہمارے فلیٹوں کا منتظم تو نہیں۔"

ساری عمر فلیٹوں میں گزارنے والے کرغیزوں کے ہاں کوئی مر جائے تو اس کی میت کفنا کر یورتا میں رکھ دی جاتی ہے جس میں صرف عورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ مردے کو یورتا کے درمیان رکھا جاتا ہے اور تمام خواتین اس کی طرف کمر کرکے یورتا کی دیواروں کی طرف منہ کرکے روتی اور بین کرتی ہیں' اس کی روح کے لئے جو یورتا میں نہیں رہی۔

مسٹر ستانی سلاوٴ نے بتایا کہ دیہاتوں میں کرغیز اب بھی یورتاؤں میں رہتے ہیں۔ مسٹر ستانی کو ایک بار تین سو میٹر اوپر کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ بتاتے ہیں ہم تھکے تھے ایک یورتا نظر آیا۔ ہم نے اس کے مالک سے پوچھا "چائے ملے گی؟" خاتون خانہ بولی "ایک منٹ میں دودھ پلاتی ہوں۔" مسٹر ستانی سلاوٴ بتاتے ہیں ہم نے وہاں کچھ دیر آرام کیا اور آگے روانہ ہو گئے۔ تین سو میٹر اوپر ایک اور یورتا تھا جہاں ایک کرغیز چوکڑی مارے اپنے پاؤں کی انگلیاں ہلا رہا تھا۔ کرغیز مرد سارا دن پاؤں کی انگلیاں ہلا ہلا کر ہی تھک جاتے ہیں۔ اس نے مسٹر ستانی کو مہمان کے طور پر اپنے یورتا میں بلانا چاہا جب اسے بتایا گیا کہ ہم نیچے والے یورتا سے کھا پی کے آئے ہیں تو اس نے کہا "آپ کو میرے ہاں سے بھی کھانا پڑے گا۔ کیونکہ اگر آپ نہ کچھ نہ کھایا تو نیچے والے یورتا والی طعنہ دے گی کہ میرے گھر سے تو مہمانوں نے کھایا تھا۔ اس سے میری بڑی بے عزتی ہو گی۔" اور وہ بیش برماق تیار کرنے لگا۔

○○○

AIR LIONS •

عباس خان صاحب ہمیں پہلی بار تب اچھے لگے جب ہم نے انہیں پہلی بار دیکھا۔ پہلی بار اچھے لگنے میں قباحت یہ ہے کہ پھر بندہ جب تک کئی بار نہ مل لے اچھا ہی لگتا ہے۔ ان کی زندگی سنٹرل ایشیا اور ایرو ایشیا ہیں۔ ایرو ایشیا سے تو اتنا متاثر ہیں کہ کسی لڑکی کی تعریف کرنا ہو تو کہیں گے ایرو ایشیا کے جہاز کی طرح ہے ان سے تو پوچھو کراچی سے بشکک کتنے فاصلے پر ہے تو کہیں گے ایرو ایشیا دو گھنٹے میں کراچی سے بشکک پہنچا دیتی ہے۔ وہ تو ایرو ایشیا کے ذکر کے بغیر اپنی عمر نہیں بتا سکتے۔ عباس خان صاحب کی ایرو ایشین تحریریں پڑھ پڑھ کر ہم پر اتنا اثر ہو گیا ہے کہ ایک دوست نے کہا' میری محبوبہ نے شام کو آنے کا وعدہ کیا ہے یقین نہیں آ رہا کہ وہ آئے گی بھی یا نہیں۔ عرض کیا "کیا تمہاری محبوبہ ایرو ایشیا کی فلائیٹ ہے؟"

رادا نے بتایا کہ عباس خان صاحب بڑے ٹھنڈے آدمی ہیں۔ ہمیں تو ان کے پاس بیٹھ کر ٹھنڈ نہ لگی۔ ہمارے ایک جاننے والے بھی عباس خان کی طرح ٹھنڈے ہیں اس لئے ان کی محبوبہ گرمیاں گزارنے ان کے پاس آتی ہے۔ عباس خان صاحب اس قدر نفیس ہیں کہ کیا مجال ان کے منہ سے پتہ چلے کہ کیا کھا کے آئے ہیں' ان کے کپڑوں سے پتہ چلتا ہے۔ رادا نے کہا "ایسی بھی کوئی بات نہیں' وہ ہر بار سالن کپڑوں پر نہیں گراتے۔ 16 جولائی 1991ء کو شام کے کھانے کے وقت انہوں نے سالن کپڑوں پر نہیں بھی گرایا تھا۔"

رادا بہت اچھی رائٹر بھی ہیں وہ روسی ادب کو اردو اور اردو ادب کو روسی میں منتقل کرتی رہتی ہیں۔ عباس خان کو بھی وہ روسی ادب میں نہ سہی روسی میں منتقل کر چکی ہیں۔ عباس خان صاحب کے ہاں ہر مسئلے کا حل محبت ہے۔ انہوں نے تو جسے زخمی کرنا ہو اسے بھی محبت سے کرتے ہیں۔ محبت کے بارے میں ایک برطانوی رائٹر لکھتا

ہے:
ہمارے گھر کے قریب چرچ تھا۔ وہاں سے دو خواتین آئیں۔ پھر وہ ہر ہفتے آنے لگیں۔ میں اور میری بیوی بہت تنگ تھے کیونکہ وہ ہر ہفتے باقاعدگی سے تبلیغ کرنے آ جاتیں۔

محبت اور بھائی چارے کا درس دیتیں اور محبت کو ہر مسئلے کا حل قرار دیتیں۔ ایک دن وہ نہ آئیں تو بیوی بہت خوش ہوئی اور بولی کہ یکدم انہوں نے آنا کیوں بند کر دیا۔ میں نے بیوی کو بتایا کہ ان میں سے جو چھوٹی تھی میں نے اسے لو لیٹر لکھ دیا تھا۔ واقعی محبت ہر مسئلے کا حل ہے۔

کرغیزستان میں ہمارا قیام عباس خان کے فلیٹ پر تھا۔ وہ فلیٹ ہمارے حوالے کرکے کسی بہتر جگہ چلے گئے۔ یہ ایسے ہی ہوا جیسے منیر نیازی کو خالد احمد نے کہا کہ میں کل وارث شاہ کے مزار پر جا رہا ہوں تو منیر نیازی بولا "کل وارث شاہ کہاں جا رہا ہے۔" بہرحال ان کا بستر ایسا تھا کہ ہم اس میں اکیلے بھی سوتے تو لگتا اکیلے نہیں ہیں۔ فلیٹ میں پیانو بھی تھی جسے چھیڑنا ہم محلے والوں کو چھیڑنے کے مترادف سمجھتے۔ ویسے بھی بابائے پیانو ایک بار دس منٹ تک پیانو پر انگلیاں رکھ کر بیٹھے رہے پھر دس منٹ کی خاموشی کے بعد بولے "پیانو بجانے والے کی مہارت اسی میں ہے کہ وہ پیانو پر اپنی انگلیاں اس قدر ہلکے انداز میں رکھے کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو۔"

واپسی پر دوستوں نے کہا ہم اتنے دن عباس خان صاحب کے فلیٹ میں رہے۔ جاتے ہوئے ہمیں انہیں کوئی گفٹ دینا چاہیے۔ ہم نے عرض کیا "ان کے لئے یہ گفٹ کیا کم ہے کہ ہم جا رہے ہیں۔" ہمارے ایک ڈاکٹر دوست اسی طرح انگلینڈ میں چند دن کسی کے ہاں ٹھہرے۔ ان دنوں میزبان خاتون مسلسل سر درد کی شکایت کرتی۔ ڈاکٹر صاحب نے آنے سے پہلے انہیں دوائی لکھ کر دی اور پاکستان پہنچ کر کرٹسی کے طور پر فون کرکے پوچھا "اب آپ کا سر درد کیسا ہے؟ میری دوا سے کچھ بہتری ہوئی؟" تو خاتون بولی "دوا تو میں نے کھائی ہی نہیں کیونکہ آپ جس دن گئے تھے اسی دن سر درد رک گیا تھا۔"